امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
کے متعلق
شبہات کی حقیقت
پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی
297
167
937

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

کے متعلق

شبہات کی حقیقت

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور

ناشر

دار النور

موبائیلز: 0333 - 5139853
0321 - 5336844
فون: 051 - 2106400

دفتر 14 پہلی منزل، کیپٹل پلازہ، جی II مرکز اسلام آباد

اشاعت ——— 2010ء
اہتمام ——— قدوسیہ اسلامک پریس
قیمت ——— -/90 روپے

پاکستان میں ملنے کا پتہ

دار النور
موبائیلز: 0333 - 5139853
0321 - 5336844
فون: 051 - 2106400
دفتر 14 پہلی منزل، کیپٹل پلازہ، جی II مرکز اسلام آباد

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
Tel # +92-42-37351124 , +92-42-37230585
E-mail: maktaba_quddusia@yahoo.com
www.QUDDUSIA.com

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِيْنُه‘ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ۔ مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَه‘ وَ مَنْ يُضْلِلْ فَلَاهَادِيَ لَهُ ۔ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَه‘ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

أما بعد !

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا دین کا قطب اعظم ہے۔ اسی کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو مبعوث فرمایا،[۱] قرآن وسنت میں متعدد آیات اور احادیث اس کی فرضیت پر دلالت کناں ہیں[۲] اور تمام امت کا اس کی فرضیت پر اجماع ہے۔[۳]

بلاشک وشبہ دین کا قیام نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر اس کی بساط لپیٹ دی جائے اور اس کے علم اور اس پر عمل کو چھوڑ دیا جائے تو۔ جیسا کہ علامہ غزالیؒ نے بیان کیا ہے۔ نبوت (کا فریضہ) معطل ہو جائے، دین کمزور ہو جائے، جمود عام ہو جائے، (امت میں) افتراق (کی خلیج) وسیع ہو جائے، شہر برباد ہو جائیں، لوگ

---

[۱] ملاخطہ ہو: إحياء علوم الدين ۲/ ۳۰۷، نیز دیکھیے: امام ماوردیؒ کی تصنیف [الأحكام السلطانية] جس میں وہ فرماتے ہیں: "وَالْحِسْبَةُ مِنْ قَوَاعِدِ الْأُمُوْرِ الدِّيْنِيَةِ، وَ قَدْ كَانَ أَئِمَّةُ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ يُبَاشِرُوْنَهَا لِعُمُوْمِ صَلَاحِهَا وَجَزِيْلِ ثَوَابِهَا" ۔ (ص: ۲۵۸)

"احتساب دین کی بنیادی باتوں میں سے ہے۔ دور اول کے خلفاء اس فریضے کے عمومی فائدے اور بہت زیادہ ثواب کی وجہ سے اس کو خود سرانجام دیتے تھے۔" (ص: ۲۵۸)۔

[۲] ملاحظہ ہو: أحكام القرآن للإمام أبي بكر الجصاصؒ ۲/ ۴۸۶۔

[۳] ملاحظہ ہو: الفصل في الملل والنحل للإمام ابن حزم ۴/ ۱۷۹۔

ہلاک ہوجائیں اور انہیں اپنی ہلاکت کا علم قیامت کے دن ہی ہو۔[۱]

مذکورہ بالا صورت حال بہت سے ملکوں میں ظاہر ہو چکی ہے، اور اس کے وقوع پذیر ہونے کے بڑے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ترک کر دیا گیا ہے۔ صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ اس عظیم فریضے کو بنظرِ حقارت دیکھا جاتا ہے۔ لوگوں کے [اُمر بالمعروف اور نہی عن المنکر] کے بارے میں اس طرز عمل کے اختیار کرنے میں ان شکوک وشبہات کا بہت عمل دخل ہے جو کہ اس کی فرضیت، اہمیت اور ضرورت کے متعلق اٹھائے گئے ہیں۔

مذکورہ بالا باتوں کے پیش نظر میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کتابچے میں بعض مشہور شبہات سے پردہ اٹھانے کا ارادہ کیا، کہ شاید اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرا یہ کام مسلمانوں کے لیے اس عظیم واجب اور پاکیزہ عمل کے کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہو، اور اس طرح خیر ورشد پھیلے، روشنی عام ہو، ہدایت کا چلن ہو، اور دنیا میں امن واستقرار کا دور دورہ ہو۔

میں اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نے اس کتابچے میں کوئی ایسی چیز پیش کی ہے جو علما کو معلوم نہ تھی۔ امت کے بہت سے علما نے ان شبہات کا رد کیا ہے۔ لیکن میرے محدود علم کے مطابق علمائے کرام کے ان شبہات پر ردود بہت سی کتابوں کے مختلف مقامات پر منتشر ہیں، جن تک بہت سے لوگوں، بلکہ بعض طالب علموں کی رسائی بھی مشکل ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان بکھرے ہوئے موتیوں کو جمع کرنے اور ایک لڑی میں پرو کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے، تا کہ لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں، اور میرے لیے یہ کام ذخیرہ آخرت بن جائے۔

---

[۱] ملاحظہ ہو: إحیاء علوم الدین ۲/ ۳۰۷۔

کتاب کی تیاری میں پیشِ نظر باتیں

توفیق الٰہی سے کتاب کی تیاری کے دوران درج ذیل باتوں کا اہتمام کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

① کتاب کی بنیادی معلومات کتاب وسنت سے حاصل کی گئی ہیں۔

② آیات شریفہ اور احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے وقت کتبِ تفسیر اور شروحِ حدیث سے استفادے کی مقدور بھر کوشش کی گئی ہے۔

③ احادیث شریفہ کو ان کے اصلی مراجع سے نقل کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث سے نقل کردہ احادیث کے متعلق علمائے حدیث کے اقوال پیش کیے گئے ہیں۔ صحیحین کی احادیث کے ثبوت پر اجماعِ امت کے پیشِ نظر ان کے بارے میں اہل علم کے اقوال کو ذکر نہیں کیا گیا۔[1]

④ کتاب کے آخر میں مصادر ومراجع کے متعلق تفصیلی معلومات درج کی گئی ہیں، تاکہ تفصیلی معلومات جاننے کے خواہش مند حضرات کو ان تک رسائی میں آسانی ہو۔

کتاب کا خاکہ

یہ کتاب مقدمہ اور پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ ہر حصے میں ایک شبہ کے متعلق درج ذیل تفصیل کے مطابق بتوفیق الٰہی گفتگو کی گئی ہے:

① [امر بالمعروف اور نہی عن المنکر] کا شخصی آزادی سے متصادم ہونا۔

② دوسروں کی گم راہی کا ہم پر کوئی گناہ نہ ہونا۔

③ اپنی کوتاہیوں کے سبب احتساب کا چھوڑنا۔

④ خوفِ فتنہ کے باعث احتساب ترک کرنا۔

---

[1] ملاحظہ ہو: مقدمہ الإمام النووي لشرحہ علی صحیح مسلم ص ۱۴.

⑤لوگوں کے نہ ماننے کی بنا پر احتساب نہ کرنا۔

عرش عظیم کے ربِ قدوس سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ میری اس حقیر کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اس کو میرے لیے، میرے والدین گرامی قدر رحمہما اللہ تعالیٰ، اور سب قارئین اور معاونین کے لیے فائدہ مند بنا دے۔ اِنه سمیع مجیب

اپنے عزیز القدر بیٹے حافظ سجاد الٰہی کے لئے دعا گو ہوں کہ اس نے کمال محنت اور شوق سے اس کتاب کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ مولائے حي وقیوم عزیزم پر اپنی ان گنت نوازشات اور لاتعداد عنایات دنیا و آخرت میں نازل فرمائے، اور اس کو، میری بقیہ اولاد کو، اور تمام اہل اسلام کی اولادوں کو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے آمین!

فضل الٰہی

۱۰صفر ۱۴۲۳ھ

بمطابق ۱۳ اپریل ۲۰۰۲م

اسلام آباد

پہلا شبہ اور اس کی حقیقت

''[امر بالمعروف اور نہی عن المنکر] کا شخصی آزادی سے ٹکراؤ''

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں دوسرے لوگوں کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے۔ ہمیں ان کی پسند کے برعکس نیکی کا حکم دے کے، اور ان کی پسندیدہ برائی سے روک کر ان کے نجی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ یہ بات ''اسلام میں ثابت شدہ شخصی آزادی سے متصادم ہے۔''

یہ لوگ اپنے موقف کی تائید میں قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنَ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَاانْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾[1]

''دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت گم راہی سے الگ اور نمایاں ہو چکی ہے۔ اس لیے جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا، اور اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔''

شبہ کی حقیقت

اس شبہ کی حقیقت توفیقِ الٰہی سے درج ذیل عناوین کے تحت واضح کی جائے گی:

① نام نہاد شخصی آزادی کا معدوم ہونا۔

② شخصی آزادی کا اسلامی تصور۔

③ آیت کریمہ ﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ﴾ کے سمجھنے میں غلطی۔

---

[1] سورة البقرة / الآية ۲۵٦۔

④ فرضیتِ احتساب کا کتاب وسنت سے ثابت ہونا۔

⑤ رسول کریم ﷺ کا فریضہ احتساب ادا کرنا۔

⑥ اسلامی حدود اور تعزیرات کا اس شبہ کی نفی کرنا۔

1- نام نہاد شخصی آزادی کا معدوم ہونا:

ہم اس قول (شخصی آزادی) کے دعوے داروں سے سوال کرتے ہیں کہ ان کی بیان کردہ نام نہاد '' شخصی آزادی'' کہاں پائی جاتی ہے؟ کرۂ اَرضی کے مشرق میں یا مغرب میں؟ کیا کسی مشرقی یا مغربی قانون میں اس کا وجود ہے؟ ہر گز نہیں، اس کا وجود مشرق میں ہے نہ مغرب میں۔ انسان جہاں چاہے اقامت پذیر ہو، جدھر چاہے سفر کرے، اس سے ہر جگہ وہاں کے قوانین کے احترام اور پابندی کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

کیا مشرق ومغرب میں کسی شخص کو اس بات کی چھوٹ حاصل ہے کہ وہ سرخ بتی کے روشن ہوتے ہوئے چوراہے کو عبور کرے؟ کیا مغربی دنیا میں کسی شخص کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے خون پسینے کی کمائی سے خریدی ہوئی زمین پر اپنی مرضی سے گھر بنائے، اور اس شہر کی کارپوریشن کے بنائے ہوئے اصول وضوابط کو پسِ پشت ڈال دے؟ مشرقی دنیا میں تو صورتِ حال اس سے بھی ابتر ہے، کہ اس کو وہاں گھر کی ملکیت حاصل کرنے کا حق نہیں۔

2- شخصی آزادی کا اسلامی تصور:

اسلام کی انسانوں کو عطا کردہ شخصی آزادی یہ ہے کہ اس نے انہیں لوگوں کی غلامی سے نجات دلائی ہے، اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ لوگوں کو انسانوں کے رب کی غلامی سے نکال دیا جائے۔ قرآن کریم نے اس بات کو کتنے اچھے انداز سے بیان کیا ہے:

﴿ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلاً فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلاً سَلَمًا

لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ۱؎

''اللہ تعالیٰ اس شخص کی مثال بیان کررہا ہے، جس میں کئی جھگڑالو آدمی شریک ہیں، اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی آدمی کی ملکیت ہے، کیا یہ دونوں مثال میں یکساں ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سب تعریف ہے، لیکن بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔''

اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی غلامی سے آزاد ہو جائے، اور وہ ایک پیدا کرنے والے، ہر چیز کے مالک اور تدبیر کرنے والے اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار، اور اس کے احکام کو تسلیم کرنے والا بن جائے۔ اسی بات کو حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے رستم کو جواب دیتے ہوئے یوں بیان فرمایا:

''اَللّٰهُ ابْتَعَثَنَا، وَاللّٰهُ جَاءَ بِنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ'' ۲؎

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھیجا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی ہمیں (یہاں) لایا ہے، تاکہ ہم بندوں کو اس کی مشیت سے بندوں کی غلامی سے نجات دلا کر ایک اللہ تعالیٰ کا غلام بنادیں۔''

قرآن وسنت، میں متعدد نصوص اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار ہونے، اس کے احکامات بجالانے اور اس کی ممنوعہ باتوں سے باز رہنے کے پابند ہیں۔ انہی میں سے ایک آیت کریمہ یہ ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ ۳؎

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ۔''

۱؎ سورة الزمر / الآية ۲۹.

۲؎ ملاحظه هو: تاريخ الطبري ۳/ ۵۲۰؛ اور البداية والنهاية ۷/ ۳۹۔

۳؎ سورة البقرة / جزء من الآية ۲۰۹۔

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَى آمِراً عِبَادَهُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِهِ الْمُصَدِّقِيْنَ بِرَسُوْلِهِ أَنْ يَأْخُذُوْا بِجَمِيْعِ عُرَى الْإِسْلَامِ وَشَرَائِعِهِ، وَ الْعَمَلَ بِجَمِيْعِ أَوَامِرِهِ، وَ تَرْكَ جَمِيْعِ زَوَاجِرِهِ مَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ ذٰلِكَ " [1]

''اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ ایمان لانے والے اور رسول کریم ﷺ کی تصدیق کرنے والے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ تاحدِ استطاعت شریعت اسلامیہ کی تمام باتوں کو تھام لیں، اس کے تمام احکام پر عمل پیرا ہوں، اور ان باتوں کو چھوڑ دیں، جن پر اس نے زجر و توبیخ کی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی واضح فرمایا ہے کہ جب اس کا اور اس کے رسول ﷺ کا حکم آجائے تو کسی بھی ایمان والے مرد اور عورت کے لیے اس میں پس و پیش کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [2]

''اور کسی ایمان والے مرد اور عورت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ کے بعد اپنی کسی بات کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گم راہی میں مبتلا ہو جائے گا۔''

اس طرح سمیع و بصیر رب تعالیٰ نے اہل ایمان کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کی تصویر کشی بایں الفاظ فرمائی ہے:

---

[1] مختصر تفسیر ابن کثیرؒ ١/١٨٥.

[2] سورة الأحزاب/الآية ٣٦.

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا دُعُوْا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[1]

''(بے شک) ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ان میں فیصلہ کر دیں، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

شخصی آزادی کے نام نہاد دعویدار کہاں! اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی کرنے والے کہاں!

۳: آیت کریمہ ﴿لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ کے سمجھنے میں غلطی:

آیت کریمہ کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ لوگ جس کام کو چاہیں کر گزریں، اور جس عمل کو چاہیں ترک کر دیں، اور نیکی کے چھوڑنے اور برائی کے ارتکاب پر ان کی باز پرس کرنے والا کوئی نہ ہو، بلکہ آیت کریمہ سے مراد یہ ہے، جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے بیان کیا ہے:

" أَيْ لَا تُكْرِهُوْا أَحَدًا عَلَى الدُّخُوْلِ فِي الْإِسْلَامِ "[2]

''یعنی تم کسی کو اسلام میں داخل ہونے کے لیے مجبور نہ کرو۔''

اور یہ حکم سارے غیر مسلموں کے لیے بھی نہیں ہے، بلکہ بہت سے مفسرین کی رائے کے مطابق یہ حکم اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)، اور ان جیسے لوگوں کے متعلق ہے۔ جہاں تک مشرکین عرب میں سے بت پرستوں اور ان جیسے لوگوں کا تعلق ہے، تو ان سے اسلام میں داخل ہونے کے سوا اور کچھ قبول نہ کیا جائے گا، بصورت دیگر ان سے جنگ کی جائے گی۔

امام ابن جریر طبریؒ اس بارے میں علما کے مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

---

[1] سورة النور / الآية ٥١.

[2] مختصر تفسير ابن كثير ٢٣١/١.

"وَأَوْلَى هٰذِهِ الْأَقْوَالِ بِالصَّوَابِ قَوْلُ مَنْ قَالَ : نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْ خَاصٍ مِنَ النَّاسِ . وَقَالَ : عَنَى بِقَوْلِهِ تَعَالَى ذِكْرُهُ: (لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ) أَهْلَ الْكِتَابِ، وَالْمَجُوْسَ، وَكُلَّ مَنْ جَاءَ إِقْرَارُهُ عَلَى دِيْنِهِ الْمُخَالِفِ دِيْنَ الْحَقِّ ، وَأُخِذَ الْجِزْيَةُ مِنْهُ" [1]

"ان سب اقوال میں سے سب سے صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت خاص لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔اور (انہوں نے) کہا: اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ سے مراد اہل کتاب، مجوسی اور وہ لوگ ہیں، جنہوں نے دین حق کے مخالف اپنے دین کا اقرار کیا ہے اور (جن سے) جزیہ لیا گیا ہے۔"

اس قول کی ترجیح کا سبب بیان کرتے ہوئے حضرت امام تحریر کرتے ہیں:

" وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ جَمِيْعاً قَدْ نَقَلُوْا عَنْ نَبِيِّهِمْ ﷺ أَنَّهُ أَكْرَهَ عَلَى الْإِسْلَامِ قَوْماً، فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُمْ إِلَّا الْإِسْلَامَ ، وَحَكَمَ بِقَتْلِهِمْ إِنْ امْتَنَعُوا مِنْهُ، وَذٰلِكَ كَعَبَدَةِ الْأَوْثَانِ مِنْ مُشْرِكِي الْعَرَبِ [2] ،وَكَالْمُرْتَدِّ عَنْ دِيْنِهِ دِيْنِ الْحَقِّ إِلَى الْكُفْرِ وَمَنْ أَشْبَهَهُمْ

[1] تفسير الطبري ۵/۴۱۴.

[2] اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: " أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ ، وَيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوْا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ ."

"مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اگر انہوں نے یہ (کام) کیے تو وہ مجھ سے بجز حق اسلام اپنا خون اور مال بچالیں گے، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔"
(صحيح البخاري، كتاب الإيمان ، باب [فإن تابوا و أقاموا الصلاة و أتوا الزكاة فخلوا سبيلهم] ، رقم الحديث ۲۵، ۱/۷۵).

وَأَنَّـهُ تَرَكَ إِكْرَاهَ آخَرِيْنَ عَلَى الْإِسْلَامِ بِقَبُوْلِهِ الْجِزْيَةَ مِنْهُ [۱]، وَإِقْرَارَهُ [۲] عَلَى دِيْنِهِ [۳] الْبَاطِلِ ،وَذٰلِكَ كَأَهْلِ الْكِتَابَيْنِ وَمَنْ أَشْبَهَهُمْ ." [۴]

''سب مسلمان اپنے نبی اکرم ﷺ سے اس بات کونقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک قوم کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا، اور ان کے اسلام میں داخل ہونے کے سوا کسی بھی بات کو قبول کرنے سے انکار فرمایا، اور اسلام نہ لانے کی صورت میں ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ حکم مشرکین عرب میں سے بت پرستوں کے لیے، دین حق سے کفر کی طرف پلٹنے والے (مرتد) کے لیے اور ان ایسے لوگوں کے لیے ہے۔ [لیکن] رسول کریم ﷺ نے جزیہ لے کر دوسرے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا، اور انہیں ان کے باطل دین پر رہنے دیا، جیسا کہ اہل کتاب اور ان ایسے لوگ۔''

اس مقام پر ہم اس شبہ کے اٹھانے والوں سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا تم لوگ یہودی ہو یا نصرانی ہو؟ کہ تم سے صرف جزیہ قبول کرنے پر اکتفا کیا جائے اور تمہیں اس نیکی کا حکم نہ دیا جائے جسے تم ترک کرتے ہو، اور اس برائی سے نہ روکا جائے جس کا تم ارتکاب کرتے ہو؟

۴: فرضیت احتساب کا کتاب وسنت سے ثبوت:

ان لوگوں نے قرآن کریم کی ایک آیت لے کر اپنی خواہشات کے مطابق اس کی تاویل کی، اور ان بیسیوں نصوص کو پسِ پشت ڈال دیا، جو بلا شک وشبہ فرضیتِ احتساب پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ لوگ ان آیات اور احادیث سے کس قدر دور ہیں جن میں

---

[۱]، [۲]، [۳]: "منـه" "وإقراره على دينه" چھپی ہوئی کتاب میں مفرد کے صیغے کے ساتھ ہیں، شاید کہ یہ طباعت کی غلطی ہے۔ اور صحیح یہ ہے۔ "منهم" "وإقرارهم على دينهم"۔

[۴] تفسیر الطبري: ۴۱۴/۵، ۴۱۵۔

احتساب کی ادائیگی کے لیے [صیغہ امر] استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس کے چھوڑنے سے منع کرنے کے لیے [صیغہ نہی] استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [۱]

''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی طرف بلائے، اور نیکی کا حکم دے، اور برائی سے روکے، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اور جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ أَنْ تَدْعُوْا فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ ." [۲]

'' نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو، اس سے پہلے کہ تم دعائیں کرو، پھر تمہاری دعائیں قبول نہ کی جائیں۔''

اور جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

" لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا مِنْكُمْ مَخَافَةُ النَّاسِ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِالْحَقِّ إِذَا رَآهُ وَعَلِمَهُ ." [۳]

''تم میں سے کسی آدمی کو لوگوں کا خوف حق بات دیکھنے اور جاننے کے بعد کہنے

---

[۱] سورۃ آل عمران / الآیۃ ۱۰۴.

[۲] اس حدیث کو امام ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، أبواب الفتن ، باب الأمر بالمعروف و النهی عن المنکر، رقم الحدیث ۴۰۵۲، ۲/۳۸۱۔ شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابن ماجه ، رقم الحدیث ۳۲۳۵، ۲/۳۶۷)؛ امام ابن حبانؒ نے بھی اس حدیث کو الفاظ کے اختلاف اور معانی کے اتحاد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان، کتاب الفتن ، باب الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر، رقم الحدیث ۱۸۴۱، ص ۴۵۵۔۴۵۶)۔

[۳] اس حدیث کی تخریج ص ۶۰ پر ملاحظہ ہو۔

سے نہ روکے۔"

یہ لوگ ان نصوص کی تاویل کیونکر کر سکتے ہیں جن میں احتساب کو ایمان کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ پھر ان میں احتساب کی قوت اور کمزوری کی بنا پر ایمان کی قوت اور کمزوری کا حکم لگایا گیا ہے، جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

" مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، وَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ. " [1]

"تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے، پس وہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل ڈالے، اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا، تو (اس برائی کو) اپنی زبان سے (بدلے)، اگر اس کی (بھی) طاقت نہیں رکھتا، تو (اسے) اپنے دل سے (بدل ڈالے)، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔"

یہ لوگ ان نصوص کے متعلق کیا کہیں گے جن میں کامیابی اور نجات کے لیے [وصیت حق] کو ایک بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾. [2]

ترجمہ: "اور قسم ہے زمانے کی، بے شک انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، اور آپس میں حق کی وصیت کی، اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔"

یہ لوگ ان نصوص میں تحریف کی جسارت کیسے کر سکتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے

---

[1] اس حدیث کو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ملاحظہ ہو: کتاب الإيمان، باب كون النهي عن المنكر من الايمان، وأن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر واجبان، رقم الحديث ۷۸، ۱/۶۹.

[2] سورة العصر /الآيات ۱-۳ .

احتساب کے ترک کرنے پر عذاب کی وعید سنائی ہے، جیسا کہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [۱]

''اور تم ایسے فتنہ سے بچو! جو کہ خاص ان لوگوں پر ہی نہ آئے گا جو تم میں سے گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سخت سزا [دینے] والا ہے۔''

کیا یہ لوگ اس بات میں شرم محسوس نہیں کرتے کہ سب سے بڑا گواہی دینے والا اور سب سے زیادہ سچی بات کہنے والا تو یہ فرمائے کہ احتساب کے ترک کرنے پر لعنتیں نازل ہوتی ہیں، اور یہ لوگ کہیں کہ ہمیں احتساب چھوڑ دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ، كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ [۲]

''داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی بنی اسرائیل کے کفر کرنے والے لوگوں پر لعنت کی گئی، کیونکہ وہ نافرمانیاں کرتے اور حد سے بڑھ جاتے تھے، وہ لوگ جس گناہ کا ارتکاب کرتے آپس میں ایک دوسرے کو اس سے نہ روکتے تھے، جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا تھا۔''

کیا یہ لوگ ان تمام نصوص کے بعد بھی یہ کہنے کی جسارت کریں گے کہ ''احتساب اسلام میں ثابت شدہ شخصی آزادی کے متعارض ہے۔''

---

[۱] سورة الأنفال / الآية ۲۵.

[۲] سورة المائدة / الآيتان ۷۸-۷۹.

" فما لهو لاء القوم لا يكادو ن يفقهو ن حديثا" [۱]

رسول کریم ﷺ کا فریضۂ احتساب ادا کرنا:

ہم اس شبہ کے اٹھانے والوں سے سوال کرتے ہیں کہ آیت کریمہ ﴿ لا إكراه في الدين﴾ کس پر نازل ہوئی، تم پر یا سید الأ ولین والأ خرین امام الأ نبیاء اور قائد المرسلین ﷺ پر؟ کیا تم اس کے معنی سے زیادہ باخبر ہو یا وہ؛ جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ قرآن کریم کو بیان کرنے کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے؟ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ [۲]

''اور آپ پر ہم نے یہ ذکر [قرآن کریم] نازل کیا ہے، تاکہ لوگوں کے لئے جو کچھ نازل کیا گیا ہے اسے آپ ان کے لئے کھول کر بیان کریں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

کیا نبی کریم ﷺ نے نیکی کا حکم دیا، یا نہ دیا؟ اور برائی سے روکا، یا نہ روکا؟ کیا انہوں نے نام نہاد شخصی آزادی کے پیش نظر لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا؟

بلا شک وشبہ نبی کریم ﷺ نے گھر، راستے، مسجد، بازار، سفر وحضر، امن اور جنگ میں احتساب فرمایا۔ سب سے سچی، قطعی اور بڑی گواہی اللہ تعالیٰ کی ہے، اس بارے میں اس نے ہی فرمایا ہے:

﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [۳]

''وہ انہیں نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں۔ اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں۔''

---

[۱] ترجمہ: ''ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں ہوتے۔''

[۲] سورة النحل / الآية ۴۴ .

[۳] سورة الأعراف / جزء من الآية ۱۵۷.

ہم اس شبہ کے پیش کرنے والوں سے یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ ہمیں کس کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے؟ اپنی خواہشات کو معبود بنانے والوں کی اقتدا کا، یا نیکی کا حکم دینے والے، اور بُرائی سے روکنے والے نبی کریم ﷺ کی اقتدا کا؟ آیئے اب ہم سب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پڑھتے ہیں:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ [1]

''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔''

اسلامی حدود و تعزیرات سے شبہ کی نفی:

بعض جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے متعلق کتاب و سنت میں ثابت شدہ حدود اور تعزیرات کے بارے میں ان لوگوں کا نقطہ نظر کیا ہے؟

کیا نام نہاد شخصی آزادی کی آڑ میں ان تمام آیات اور احادیث کا معاذ اللہ انکار کر دیا جائے گا، جن میں حدود اور تعزیرات کا ذکر ہے؟

غیر شادی شدہ بدکار مرد اور عورت کے متعلق سزا بیان کرنے والی اس آیت کریمہ کے متعلق ان کا موقف کیا ہوگا؟

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [2]

---

[1] سورة الأحزاب/ الآية ۲۱.

[2] سورة النور / الآية ۲ .

''زناکار عورت اور مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں ان دونوں پر ترس نہیں کھانا چاہیے، اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔''

غیر شادی شدہ اور شادی شدہ دونوں قسم کے بدقماش لوگوں کی سزا بیان کرنے والی اس حدیث شریف کے متعلق ان کی کیا رائے ہے؟

" اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ، والثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ". [1]

''کنوارہ (مرد) کنواری (عورت) کے ساتھ برائی کرے، تو سو درّے اور سال بھر کی جلاوطنی ہے، اور شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے بدکاری کرے، تو سو درّے اور پتھر مار مار کر ہلاک کرنا ہے۔''

باپ کی بیوی سے نکاح کرنے والے شخص کی سزا کے متعلق حدیث کے بارے میں ان کا ردّ عمل کیا ہوگا؟ حضرت معاویہ بن قرۃ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

" بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةَ أَبِيْهِ أَنْ أَضْرِبَ عُنُقَهُ، وأُصَفِّيَ مَالَهُ" . [2]

''مجھے رسول ﷺ نے اس شخص کی طرف روانہ کیا، جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا کہ میں اس کی گردن مار دوں، اور اس کے مال کا تصفیہ (بانٹ) کردوں۔''

---

[1] اس حدیث کو امام مسلمؒ نے حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، كتاب الحدود، باب حد الزاني، رقم الحديث ١٦٩٠، ٣/١٣١٦.

[2] سنن ابن ماجه، كتاب الحدود، من تزوج امرأة أبيه من بعده، رقم الحديث ٢٦٠٧، ٢/٩٦. (المطبوع، بتحقيق د. الأعظمي). اس حدیث کے بارے میں شیخ البانیؒ نے کہا ہے: ''حسن صحیح''. (ملاحظہ ہو: صحيح سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٢١١٢، ٢/٩٠).

اسی طرح قوم لوط علیہ السلام والے عمل کرنے والوں کی سزا کے بارے میں حدیث کے متعلق کیا کہیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوْا الفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهِ". [1]

''تم جسے قوم لوط علیہ السلام والا عمل کرتے ہوئے دیکھو، تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو۔''

مرتد کے متعلق وحی الٰہی کے مطابق اپنی زبان مبارک کو جنبش دینے والے صادق مصدوق نبی محترم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کے متعلق وہ کیا کہیں گے؟

"مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ". [2]

ترجمہ: ''جو اپنا دین تبدیل کرے، پس اسے قتل کردو۔''

چوری کرنے والے مرد اور عورت کی سزا کا تعین کرنے والی آیت کریمہ کے متعلق وہ کیا کہیں گے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾. [3]

ترجمہ: ''چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔ یہ عذاب الٰہی کے طور پر ان کے کیے کا بدلہ ہے، اور اللہ تعالیٰ قوت و حکمت والا ہے۔''

اور اگر نام نہاد شخصی آزادی کا اسلام میں کوئی تصور ہوتا، جیسا کہ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں، تو ان جرائم کے مرتکب لوگوں کو کوڑوں اور جلاوطنی، یا کوڑوں اور سنگساری، یا قتل کرنے،

---

[1] سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، من عمل قوم لوط علیہ السلام، رقم الحدیث ۲۵۸۹، ۲/۸۷، اس حدیث کو شیخ البانی نے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۰۷۵، ۲/۸۳)۔

[2] صحیح البخاری، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین، باب حکم المرتد و المرتدة واستتابتهم، رقم الحدیث ۶۹۲۲، ۱۲/۲۶۷۔

[3] سورة المائدہ / الآیة ۳۸۔

اور ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ دی جاتی ،اور ان جرائم کا ارتکاب کرنے والے یہ کہنے میں حق بجانب ہوتے کہ ان جرائم کا ارتکاب ان کا نجی اور شخصی معاملہ ہے،اور کسی کو بھی اس بارے میں دخل اندازی کا حق نہیں۔

سابقہ صفحات میں بیان کردہ گفتگو کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس شبہے کا غلط اور باطل ہونا واضح ہو گیا، کہ شخصی آزادی سے تصادم کی وجہ احتساب کو ترک کر دیا جائے۔

دوسرا شبہ اور اس کی حقیقت

''دوسروں کی گم راہی کا ہم پر کوئی گناہ نہ ہونا''

بعض لوگوں کے نزدیک نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہم پر اس لیے واجب نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نفس کی فکر کرنے کا حکم دیا ہے، اور واضح کیا ہے کہ دوسروں کی گم راہی ہمارے لیے نقصان دہ نہیں۔ یہ لوگ اپنے موقف کی تائید میں اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾.[1]

''اے ایمان والو! اپنے نفس کی فکر کرو، جب تم راہ راست پر چل رہے ہو، تو وہ شخص جو گم راہ رہے، اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔''

شبہ کی حقیقت

ہم توفیق الٰہی سے اس شبہ کی حقیقت سے نقاب کشائی درج ذیل دو جوانب سے کریں گے:

① پیش کردہ آیت کریمہ کی روشنی میں:

② دیگر نصوص کی روشنی میں:

پیش کردہ آیت کریمہ کی روشنی میں:

اگر اس شبہ کو پیش کرنے والے اس آیت کریمہ پر غور و فکر کرتے، تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کی گم راہی سے گزند نہ پہنچنے کی شرط یہ رکھی ہے کہ انسان خود

[1] سورۃ المائدۃ / الآیۃ ۱۰۵.

ہدایت یافتہ ہو۔جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾

''جب تم راہ راست پر چل رہے ہوتو وہ شخص جو گم راہ رہے،اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔''

اور جیسا کہ معلوم ہے کہ انسان اس وقت تک ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتا ،جب تک وہ اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کیے گئے واجبات پوری طرح ادا نہ کردے،اور انہی عائد کردہ واجبات میں یہ واجب بھی شامل ہے، کہ وہ نیکی کا حکم دے،اور برائی سے روکے،لہذا جو اس واجب کو ادا نہیں کرتا ،وہ ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ شرط کی عدم موجودگی مشروط کے وجود کو ختم کردیتی ہے۔اسی بات کو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور بہت سے مفسرینؒ نے واضح کیا ہے۔مثال کے طور پر امام جریرالطبریؒ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا، "إِذَا أَمَرْتُمْ وَنَهَيْتُمْ". [1]

''(تم ہدایت اس وقت پاؤ گے) جب (نیکی کا) حکم دو گے،اور (برائی سے) روکو گے۔''

اسی طرح حضرت امامؒ نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: " إِذَا أَمَرْتَ بِالْمَعْرُوْفِ ،وَنَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ ، لَا يَضُرُّكَ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتَ". [2]

''جب تو نیکی کا حکم دے، اور برائی سے روکے ،اس وقت تو ہدایت یافتہ ہوگا ،اور گم راہوں کی گم راہی تجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔''

امام ابوبکر الجصاصؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: " وَمِنَ الِاهْتِدَاءِ اِتِّبَاعُ

[1] تفسیر الطبري ۱۴۸/۱۱۔

[2] المرجع سابق ۱۴۸/۱۱۔

أَمْرِ اللّٰهِ فِيْ أَنْفُسِنَا وَفِيْ غَيْرِ نَا،فَلَا دَلَالَةَ فِيْهَا إِذًا عَلَى سُقُوطِ فَرْضِ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ"۔[1]

"ہدایت یافتہ ہونے کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے، کہ ہم اپنے نفس اور دوسروں کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام کی تابعداری کریں، اسی لیے اس آیت میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے ساقط ہونے پر کوئی دلالت (کرنے والی بات) نہیں۔"

امام نوویؒ فرماتے ہیں: وَأَمَّا قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ أَنَّكُمْ إِذَافَعَلْتُمْ مَا كُلِّفْتُمْ بِهِ فَلَا يَضُرُّكُمْ تَقْصِيْرُ غَيْرِكُمْ . وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ، فَمِمَّا كُلِّفَ بِهِ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَإِذَا فَعَلَهُ وَلَمْ يَمْتَثِلِ الْمُخَاطَبُ فَلَا عَتْبَ بَعْدَ ذٰلِكَ عَلَى الْفَاعِلِ لِكَوْنِهِ أَدَّى مَا عَلَيْهِ ،فَإِنَّمَا عَلَيْهِ الْأَمْرُ وَالنَّهْيُ لَا الْقَبُوْلُ . وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .[2]

"جہاں تک فرمانِ الٰہی کا تعلق ہے، ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ تو اس سے مراد یہ ہے کہ (اگر تم نے وہ کام کیا، جس کا تمہیں مکلّف کیا گیا ہے، تو دوسروں کی غفلت تمہیں نقصان نہ پہنچائے

---

[1] أحكام القرآن ۴۸۶/۲؛ نیز یہی بات درج ذیل مفسرینؒ نے بھی بیان کی ہے:
امام الکیاھراسؒ نے "احکام القرآن" ۳۰۹/۳ میں؛ علامہ الزمخشریؒ نے "الکشاف" ٤٦٩/١ میں؛ امام ابوبکر بن العربیؒ نے "احکام القرآن" ۷۰۹/۲ میں؛ حافظ ابن الجوزیؒ نے "زاد المسیر" ٤٤١/٢-٤٤٢ میں؛ علامہ النیسابوریؒ نے "تفسیر غرائب القرآن "٤٥/٧؛ قاضی البیضاویؒ نے "أنوار التنزیل وأسرار التأویل" ٢٨٦/١ میں؛ حافظ ابن کثیرؒ نے "تفسیر ابن کثیر" ٥٧/١ میں؛ قاضی ابوالسعودؒ نے "تفسیر ابي السعود" ۸۸/۳ میں؛ شیخ القاسميؒ نے "محاسن التأویل" ٤٠٦/٦ میں؛ شیخ محمد رشید رضاؒ نے "تفسیر المنار" ٣٠/٤ میں؛ شیخ الشنقیطيؒ نے "أضواء البیان" ١٦٩/٢ میں؛ شیخ الجزائري نے "أیسر التفاسیر "٥٧٥/٢-٥٧٦ میں.

[2] ملاحظہ ہو: شرح النووي علی صحیح مسلم ۲۲/۲.

گی) اور جب یہ بات اس طرح ہے، (اور یقیناً اسی طرح ہے) تو مکلّف کی گئی باتوں میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی شامل ہے، اگر (حکم دینے والے نے) یہ کام کیا، اور مخاطب نے (اس کے امر و نہی کو) تسلیم نہ کیا، تو اس کے بعد حکم دینے والے پر کوئی سرزنش نہیں، کیونکہ اس نے اپنی ذمہ داری کو ادا کر دیا، کیونکہ اس پر تو امر و نہی واجب ہے، (دوسروں کو) قبول کرانا تو [واجب] نہیں۔ واللہ أعلم۔"

اسی بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

" وَالِاهْتِدَاءُ إِنَّمَا يَتِمُّ بِأَدَاءِ الْوَاجِبِ ،فَإِذَا قَامَ الْمُسْلِمُ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِ مِنَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهِي عَنِ الْمُنْكَرِ كَمَا قَامَ بِغَيْرِهِ مِنَ الْوَاجِبَاتِ لَمْ يَضُرَّهُ ضَلَالُ الضُّلَّالِ" [1]

"اور ہدایت تو واجبات ادا کرنے ہی سے مکمل ہوتی ہے، پس اگر مسلمان [امر بالمعروف نہی عن المنکر] کے فریضے کو اسی طرح ادا کرے جس طرح کہ وہ دیگر واجبات کو ادا کرتا ہے تو (ایسی صورت میں) اسے گم راہ لوگوں کی گم راہی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

علاوہ ازیں بعض علما نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آیت کریمہ کے ابتدا ہی میں قولِ ربانی ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے نفوس کا اہتمام کریں، اور نفوس کے اہتمام میں یہ بات بھی شامل ہے، کہ واجبات کو ادا کیا جائے، اور واجبات میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی شامل ہے۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں:

" هٰذِهِ الْآيَةُ آكَدُ آيَةٍ فِيْ وُجُوْبِ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ

---

[1] [الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر] ص ١٧.

الْمُنْكَرِ لِأَنَّ مَعْنَى ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ اِحْفَظُوْهَا وَالْزِمُوْا صَلَاحَهَا بِأَنْ يَعِظَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَيُرَغِّبَهُ فِي الْخَيْرَاتِ وَيُنَزِّهَهُ عَنِ الْقَبَائِحِ وَالسَّيِّئَاتِ". [1]

''یہ آیت کریمہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے متعلق سب سے زیادہ تاکید کرنے والی آیت ہے، کیونکہ ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ کا معنی یہ ہے: اپنے نفوس کی حفاظت کرو، اور ان کی اصلاح میں اس طرح مگن ہو جاؤ، کہ تم میں سے ہر شخص دوسرے کو نصیحت کرے، اسے نیکیوں کی طرف راغب کرے، اور قبیح باتوں اور برائیوں سے بچائے۔''

دیگر نصوص کی روشنی میں:

قرآن وسنت میں متعدد آیات اور احادیث اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ دیگر واجبات کے ساتھ صالحین پر دوسرے لوگوں کے سلسلے میں یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ انہیں اچھے کاموں کا حکم دیں، اور برے افعال سے روکیں، اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو قریب ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو، پھر وہ دعائیں مانگیں، اور ان کی دعائیں قبول نہ کی جائیں۔

ان ہی نصوص میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ آيٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ. وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾. [2]

---

[1] نقلاً عن تفسير " غرائب القرآن ور غائب الفرقان"۷/۴۵۔ نیز تفسیر القاسمی میں امام حاکم کا اس کے متعلق قول ملاحظہ ہو ۶/۲۰۶۔

[2] سورة الأنعام / الآيتان ۶۸-۶۹ .

''اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہوں، تو آپ ان سے کنارہ کش ہو جائیں، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کرنے لگیں، اور اگر آپ کو شیطان (ان سے کنارہ کش ہونا) بھلا دے، تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں پر ان کے حساب کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، لیکن ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے، (کہ) شاید وہ بھی تقویٰ اختیار کریں۔''

اس آیت کریمہ، میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آیات میں مین میخ نکالنے والوں کے متعلق متقی لوگوں پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ انہیں اس کام کو ترک کرنے کی یاد دہانی کرائیں۔ قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں:

" وَمَا يَلْزَمُ الْمُتَّقِيْنَ مِنْ قَبَائِحِ أَعْمَالِهِمْ وَأَقْوَالِهِمُ الَّذِيْنَ يُجَالِسُوْنَهُمْ شَيْءٌ مِمَّا يُحَاسَبُوْنَ عَلَيْهِ، وَلٰكِنْ عَلَيْهِمْ أَنْ يُذَكِّرُوْهُمْ ذِكْرَىٰ وَيَمْنَعُوْهُمْ مِنَ الْخَوْضِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْقَبَائِحِ، وَيُظْهِرُوْا كَرَاهَتَهَا"۔ [1]

''اور متقی لوگوں پر قبیح اقوال وافعال والے لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے پر کوئی محاسبہ نہیں، مگر یہ کہ وہ انہیں یاد دہانی کرائیں، اور انہیں آیات قرآنی میں مین میخ نکالنے اور دوسری قبیح باتوں سے منع کریں، اور (ان کی باتوں پر) اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کریں۔''

اور جب ان شریر لوگوں کو یاد دہانی کرانا متقی لوگوں پر واجب ہے، تو اس واجب کے ترک کرنے والے کو ہدایت یافتہ کیسے تصور کیا جائے گا۔ اسی لیے شیخ ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

---

[1] تفسیر البیضاوي ۳۰۶/۱؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۴۷/۳.

" وَمِنْ جُمْلَةِاهْتَدَائِكُمْ تَذْكِيْرُهُمْ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلٰكِنْ ذِكْرَى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾. [۱]

''اور تمہارا ہدایت یافتہ ہونے کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ انہیں یاد دہانی کراؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾

انہی نصوص میں یہ ارشاد ربانی بھی ہے:

﴿ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾. [۲]

''اور تم ایسے فتنہ سے بچو، جس کا اثر تم پر میں سے صرف ظالموں تک ہی محدود نہیں رہے گا، اور یہ جان لو! کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔''

حافظ الکلبی الغرناطیؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:

" أَيْ لَا تُصِيْبُ الظَّالِمِيْنَ ،بَلْ تُصِيْبُ مَعَهُمْ مَنْ لَمْ يُغَيِّرِ الْمُنْكَرَ ،وَلَمْ يَنْهَ عَنِ الظُّلْمِ ،وَإِنْ كَانَ لَمْ يَظْلِمْ ". [۳]

''یعنی کہ فتنہ صرف ظالموں ہی کو لپیٹ میں نہ لے گا، بلکہ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی (اس کی) لپیٹ میں آئیں گے، جنہوں نے برائی کو تبدیل نہ کیا، اور ظلم سے نہ روکا، اگرچہ انہوں نے خود ظلم کا ارتکاب نہ کیا ہوگا۔''

---

[۱] تفسیر القرآن بکلام الرحمان ص ۱۰۳۔آیت کریمہ کا ترجمہ یوں ہے۔''اور جو لوگ متقی ہیں، ان پر ان کے حساب کی کوئی ذمہ داری نہیں، لیکن ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے، (کہ) شاید وہ بھی تقویٰ اختیار کریں۔''

[۲] سورة الأنفال / الآية ۲۵ .

[۳] کتاب التسهيل ۶۱۱/۲؛نیز ملاحظہ ہو: أحكام القرآن لابن العربي ۸۴۶/۲؛ والتفسير الكبير ۱۴۹/۱۵؛ وتفسير القرطبي ۲۹۳/۷؛وتفسير الجلالين ص ۲۳۷؛وتفسير روح المعاني ۱۹۲/۹؛ وأضواء البيان ۱۷۱/۲.

اور عذاب سے بچنے کا راستہ ظالم لوگوں کو ظلم سے باز رکھنا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: " أَمَرَ اللّٰهُ الْمؤمِنِيْنَ أَنْ لَّا يُقِرُّوْا الْمُنْكَرَ بَيْنَ أَظْهُرِ هِمْ فَيَعُمُّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ ". [1]

" اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے درمیان ظلم کو پنپنے نہ دیں، تا کہ ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ کا عذاب عام نہ ہو جائے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہی سے ان لوگوں کی غلطی کو واضح کیا، جنہوں نے اس آیت سے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے ساقط ہونے پر دلیل پکڑی۔ چنانچہ امام ابوداودؒ حضرت قیسؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

" يَاأَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ هٰذِهِ الْأٰيَةَ وَتَضَعُوْنَهَا عَلٰى غَيْرِ مَوَاضِعِهَا ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ وَإِنَّا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ " إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ ". [2]

---

[1] تفسیر الطبري ۱۳/۴۷۴، رقم الأثر ۹۰۹ ۵ د۔ حافظ ابن کثیرؒ اسے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: " یہ تفسیر نہایت اچھی ہے" (تفسیر ابن کثیر ۲/ ۳۳۱)۔ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۷/ ۳۹۱؛ والإکلیل للسیوطي ص ۱۳۵؛ وتفسیر الجلالین ص ۲۳۷۔

[2] سنن أبي داود (المطبوع مع بذل المجهود)، کتاب الملاحم، باب في الأمر والنهي ۱۷، ۲۶۷۔ اس حدیث کو حضرات ائمہ ابن ماجہ، احمد اور ابن حبان رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔

ملاحظہ ہو: جامع الترمذي، کتاب الفتن، باب ماجاء في نزول العذاب إذا لم یغیر المنکر، رقم الحدیث ۲۲۵۷، ۶/ ۳۲۴؛ وسنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنکر، رقم الحدیث ۴۰۵۳، ۲/ ۳۸۱-۳۸۲؛ والمسند ۱/ ۲؛ وموارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنکر، رقم الحدیث ۱۸۳۷، ص ۴۵۵

شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو "صحیح" قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابو داود ۳/ ۸۱۸؛ وصحیح سنن الترمذي ۷/ ۲۳۲؛ وصحیح سنن ابن ماجه ۱/ ۳۶۷-۳۶۸)؛ شیخ احمد شاکرؒ نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔ (هامش المسند ۱/ ۲)۔

''اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ اور اسے اس کی غلط جگہ چسپاں کرتے ہو۔ اور ہم نے نبی کریم اسے سنا کہ آپ نے فرمایا۔ ''اگر لوگ ظالم کو دیکھیں، اور پھر اسے ظلم سے نہ روکیں، تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان سب کے لیے عام ہو جائے۔''

لوگوں کو نیکی کا حکم دیے بغیر، اور برائیوں سے منع کیے بغیر چھوڑ دینا نہ صرف عذاب الٰہی کو دعوت دیتا ہے، بلکہ اس عذاب کے ٹلنے کے لیے بھی جو دعائیں کی جائیں، اللہ تعالیٰ انہیں بھی قبول نہیں کرتا۔ امام ترمذیؒ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

" وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَاباً مِنْ عِنْدِهِ فَتَدْعُوْنَهُ فَلَا يَسْتَجِيْبُ لَكُمْ"۔ [1]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نیکی کا حکم ضرور دو گے، اور برائی سے ضرور روکو گے، وگرنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کرے، پھر تم دعائیں کرو، اور تمہاری دعائیں قبول نہ کی جائیں۔''

یہ تمام نصوص اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ یہ کہنا کہ ''دوسروں کی گم راہی کا ہم پر کوئی گناہ نہیں'' قرآن وسنت کے مخالف قول ہے۔

[1] جامع الترمذی ،أبواب الفتن ،باب ماجاء في الأمربالمعروف والنهی عن المنکر، رقم الحدیث ۲۲۵۹، ۶/ ۳۲۵۔ اس حدیث کو شیخ البانیؒ نے " حسن " قرار دیا ہے. (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذی رقم الحدیث ۱۷۶۲، ۲/ ۲۳۳)؛ نیز اس حدیث کو امام احمدؒ نے بھی روایت کیا ہے. (ملاحظہ ہو: الفتح الربانی لترتیب مسند الإمام أحمد بن حنبل، کتاب الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر،باب وجوبه والحث علیه والتشدید فیه، ۱۹/ ۱۷۲-۱۷۳)۔

شبہ کی تائید میں حدیث اُبی ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے استدلال:

اس شبہے کو پیش کرنے والا کہہ سکتا ہے کہ آیت کریمہ ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ کی مذکورہ بالا تفسیر حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ درج ذیل حدیث سے میل نہیں کھاتی، جو کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے واجب نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے:

امام ابوداودؒ ابوامیہ الشعبانیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا:

" يَاأَبَاثَعْلَبَةَ! كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذِهِ الأيَةِ: ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾؟ قَالَ: " أَمَا وَاللّٰهِ ! لَقَدْ سَأَلْتُ عَنْهَا خَبِيْراً ، سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ:" بَلْ ائْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهُوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، حَتّٰى إِذَا رَأَيْتَ شُحّاً مُطَاعاً،وَهَوًى مُتَّبَعاً، وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً ، وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهِ،فَعَلَيْكَ۔يَعْنِيْ بِنَفْسِكَ۔وَدَعْ عَنْكَ الْعَوَامَّ، فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، الصَّبْرُ فِيْهِنَّ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ ، لِلْعَامِلِ فِيْهِمْ أَجْرُ خَمْسِيْنَ رَجُلًا يَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِهِ . "

''اے ابوثعلبہ! آپ آیت کریمہ ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟''

انہوں نے کہا: ''بے شک اللہ کی قسم! میں نے اس آیت کے متعلق (اسے) جاننے والے سے پوچھا (یعنی) رسول کریم ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو، یہاں تک کہ تم دیکھو کہ جذبہ بخیلی کی حکمرانی ہے، خواہش پرستی (کا غلبہ) ہے۔، دنیا کو (آخرت پر) ترجیح دی جارہی ہے، ہر رائے والا اپنی رائے پر اترا رہا ہے، تو

اس وقت اپنی فکر کرو۔ اور لوگوں سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ بے شک تمہارے پیچھے صبر کے دن ہیں، ان دنوں میں صبر کرنا آگ پکڑنے کے مترادف ہے۔ ان دنوں میں عمل کرنے والے کا اجر اس جیسے پچاس عمل کرنے والے آدمیوں کے (عمل کئے) برابر ہے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ " زَادَنِيْ غَيْرُهُ "[1] ان کے علاوہ دوسرے راوی نے یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں:

قَالَ:" يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!أَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ؟"

قَالَ: "أَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ"[2]

"اے اللہ کے رسول ﷺ ان میں سے پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر۔"

---

[1] (زادنـي غيـره): یہ قول اس حدیث کے ایک راوی عبداللہ بن مبارک کا ہے۔ جیسا کہ جامع الترمذی میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔" مجھے ان زائد الفاظ کے متعلق عتبہ کے علاوہ کسی اور نے بتایا ہے۔" (ملا حظه هو: المرجع السابق ۱۸۹/۶).

[2] سنن ابی داود (المطبوع بذل المجهود)، كتاب الملاحم، باب في الأمر والنهي، ۱۷/ ۲۷۱-۲۷۳. حافظ منذری نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے۔ "اسے امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے، اور امام ترمذیؒ نے اس کے متعلق کہا ہے "حسن غریب" (مختصر سنن أبي داؤد ۱۸۹/۶) علاوہ ازیں حافظ منذریؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ: "عتبہ (اس حدیث کے ایک راوی) کو ایک سے زیادہ (علما) نے ثقہ کہا ہے اور ایک سے زیادہ (علما) نے اس راوی میں کلام کیا ہے۔ (المرجع السابق ۱۸۹/۶).
اس حدیث کو شیخ ولی الدین التبریزیؒ نے مشکاۃ المصابیح میں نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ حدیث امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے روایت کی ہے (ملا حظه هو: مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب الأمر بالمعروف، رقم الحديث ۵۱۴۴، ۴۲۳/۳).
اس حدیث کے متعلق شیخ البانیؒ نے کہا ہے "اس کی سند ضعیف ہے، اس کے کچھ حصے کے شواہد ہیں۔" (حاشیہ المشكاة، تعليق رقم ۱۴۲۳/۳۲،۲؛ نیز ملا حظه هو: ضعيف سنن ابن ماجه للألباني ص ۳۲۲-۳۲۳).

اس استدلال کی حقیقت:

ہم توفیق الٰہی سے اس حدیث سے استدلال کے متعلق دو پہلوؤں سے ذیل میں گفتگو کرتے ہیں:

①اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے ان استثنائی حالات کا ذکر فرمایا ہے، جن میں آدمی پچاس صحابہ کے اجر کے برابر ثواب حاصل کرے گا۔ اور یہ سب کچھ حالات کی سنگینی کے باعث ہوگا۔

جیسا کہ معلوم ہے کہ ہنگامی حالات اور مجبوریوں کے الگ قواعد وضوابط اور رعایتیں ہوتی ہیں۔ اور ان احکام اور رخصتوں کے باعث عام حالات کے احکام سے ان کا تعارض ثابت نہیں ہوتا۔ اسی بات کے متعلق امام ابوبکر بن العربیؒ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" وَذٰلِكَ لِعَدْمِ الِا سْتِطَاعَةِ عَلَى مُعَارَضَةِ الْخَلْقِ ، وَالْخَوْفِ عَلَى النَّفْسِ أَوِ الْمَالِ مِنَ الْقِيَامِ بِالْحَقِّ ، وَتِلْكَ رُخْصَةٌ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَسَّرَهَاعَلَيْنَا ،وَفَضْلُهُ الْعَمِيْمُ آتَانَا ." [1]

"(اور یہ اس لیے) کیونکہ اس میں لوگوں کی مخالفت برداشت کرنے کی سکت نہ ہوگی، اور حق بات کہنے میں جان اور مال کے متعلق خوف لاحق ہوگا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہیا کردہ آسانی اور چھوٹ، اور اس کی عطا کردہ عمومی عنایت ہے۔"

②استثنائی حالات کے دوران بھی حدیث پاک میں بیان کردہ رخصت نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے ساقط ہونے پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے مختلف مراتب ہیں۔ اگر مسلمان انہیں ہاتھ اور زبان سے ادا نہیں کرسکتا، تو

[1] أحکام القرآن ۲/۷۱۰.

اس پر واجب ہے کہ اسے دل کے ساتھ ادا کرے۔ اور دل کے ساتھ اس فریضہ کی ادائیگی کسی حالت میں بھی ساقط نہیں ہوتی۔ اسی بارے میں امام ابوبکر الجصاص فرماتے ہیں:

"وَهٰذَا لَا دَلَالَةَ فِيْهِ عَلٰى سُقُوْطِ فَرْضِ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ إِذَا كَانَتِ الْحَالُ مَا ذُكِرَ، لِأَنَّ ذِكْرَ تِلْكَ الْحَالِ تُنْبِئُ عَنْ تَعَذُّرِ تَغْيِيْرِ الْمُنْكَرِ بِالْيَدِ وَاللِّسَانِ لِشُيُوْعِ الْفَسَادِ، وَغَلَبَتِهِ عَلَى الْعَامَّةِ، وَفَرْضُ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ فِيْ مِثْلِ هٰذِهِ الْحَالِ إِنْكَارُهُ بِالْقَلْبِ، كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: "فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ."

"حدیث پاک میں مذکورہ حالت میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے ساقط ہونے پر کوئی بات دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اس حالت کا بیان ہمیں اس بات کی خبر دیتا ہے، کہ اس وقت لوگوں کے درمیان فساد کے عام اور غالب ہونے کی وجہ سے ہاتھ اور زبان سے برائی کا روکنا محال ہوگا۔ اس حالت میں برائی سے روکنے کا فریضہ دل کے انکار سے ادا کیا جائے گا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "پس (برائی کو) ہاتھ سے بدلے، اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتا! تو زبان سے بدلے، اور اس کی استطاعت بھی نہیں رکھتا تو دل سے (برا سمجھے)۔"

"فَكَذٰلِكَ إِذَا صَارَتِ الْحَالُ إِلٰى مَا ذُكِرَ كَانَ فَرْضُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ بِالْقَلْبِ لِلتَّقِيَّةِ، وَلِتَعَذُّرِ تَغْيِيْرِهِ. وَقَدْ يَجُوْزُ إِخْفَاءُ الْإِيْمَانِ وَتَرْكُ إِظْهَارِهِ تَقِيَّةً بَعْدَ أَنْ يَكُوْنَ مُطْمَئِنَّ الْقَلْبِ بِالْإِيْمَانِ، قَالَ تَعَالٰى: ﴿**إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ**﴾.

اسی طرح اگر حدیث میں بیان کردہ حالت پیدا ہو جائے، تو نیکی کا حکم دینے اور برائی

سے روکنے کا فریضہ دل کے انکار سے سرانجام دینا ہوگا۔ کیونکہ خوف کی بنا پر ایمان کا چھپانا اور اسے ظاہر نہ کرنا جائز، ہے جبکہ دل ایمان پر مطمئن ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ﴾ [1]

''بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔''

" فَهٰذِهِ مَنْزِلَةُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ" [2]

''اور یہ بھی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا ایک درجہ ہے۔''

بات کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ اور حدیث ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ میں [امر بالمعروف اور نہی عن المنکر] کے سقوط پر دلالت کرنے والی کوئی بات موجود نہیں، بلکہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق اس فریضہ کو سرانجام دے۔

---

[1] سورة النحل/ جزء من الآية ١٠٦.

[2] أحكام القرآن ٢/٣٨٧.

تیسرا شبہ اور اس کی حقیقت

''اپنی کوتاہیوں کے سبب احتساب چھوڑنا''

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''جب ہم ان تمام کاموں کو بجا نہیں لا رہے ہیں، جن کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، اور ان تمام کاموں سے اجتناب نہیں کر رہے ہیں، جن سے ہمیں روکا گیا ہے، لہذا ہمیں چاہیے کہ دوسروں کو نیکی کا حکم دینے، اور برائی سے روکنے کے بجائے اپنی فکر کریں، اور اپنے اعمال کو سنواریں۔''

ان لوگوں نے اپنے موقف کی تائید میں نقلی اور عقلی دلائل پیش کیے ہیں۔ جہاں تک نقلی دلائل کا تعلق ہے تو ان لوگوں کا کہنا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں، اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی میں ہے:

﴿ أَتَـأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾.[1]

''کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو، اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، کیا تم عقل نہیں رکھتے۔''

اسی طرح ارشادِ رب تعالیٰ ہے:

﴿ يٰـأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ ﴾.[2]

''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو، جو تم (خود) نہیں کرتے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو بہت ہی زیادہ ناپسند ہے کہ تم وہ بات کہو جس پر خود عمل نہیں کرتے ہو۔''

---

[1] سورة البقره / الآيتان ۴۴.

[2] سورة الصف / الآيتان ۲-۳.

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ایسے لوگوں کے برے انجام سے امت کو باخبر کیا ہے۔ امام بخاریؒ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

" يُجَاءُ بِالرَّجُلِ، فَيُطْرَحُ فِي النَّارِ، فَيَطْحَنُ فِيْهَا كَمَا يَطْحَنُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ، فَيُطِيْفُ بِهِ أَهْلُ النَّارِ، فَيَقُوْلُوْنَ: أَيْ فُلَانُ! أَلَسْتَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ؟"

فَيَقُوْلُ: " إِنِّي كُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا أَفْعَلُهُ، وَأَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَفْعَلُهُ"۔[1]

''قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا، اور اسے آگ میں پھینکا جائے گا، پھر اسے (اس طرح) پیسا جائے گا، جس طرح گدھا چکی کے گرد چکر لگاتے ہوئے چکی میں موجود چیز کو پیس کر رکھ دیتا ہے۔ پھر اس کے گرد جہنم والے اکٹھے ہوں گے، اور اس سے کہیں گے۔'' اے فلاں! کیا تو وہی نہیں ہے جو نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا تھا؟''

پس وہ کہے گا: ''بے شک میں نیکی کا حکم تو دیتا تھا، لیکن خود اسے بجا نہ لاتا تھا، برائی سے روکتا تو تھا، لیکن خود اس کا ارتکاب کرتا تھا۔''

جہاں تک عقلی دلیل کا تعلق ہے تو ان لوگوں کا کہنا ہے۔ کسی چیز سے محروم شخص وہی چیز دوسروں کو کیسے دے سکتا ہے؟ اس شخص کی بات پر کون کان دھرے گا، جو نیکی کا حکم تو دے، لیکن خود اسے نہ کرے، برائی سے تو روکے، لیکن خود اس کا ارتکاب کرنے والا ہو؟

شبہ کی حقیقت

ہم توفیقِ الٰہی سے درج ذیل عناوین کے تحت اس شبہ کی غلطی کو آشکارہ کریں گے:

[1] صحيح البخاري، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر، رقم الحديث ۷۰۹۸، ۴۸/۱۳۔

① باعثِ مذمت نیکی کا نہ کرنا ہے، نیکی کا حکم دینا نہیں:

② ایک واجب کا چھوڑنا دوسرے واجب کے چھوڑنے کے لیے سبب جواز نہیں:

③ قبول شبہ سے فریضہ احتساب کا معطل ہونا:

④ گناہ گار شخص کا احتساب ہمیشہ غیر مؤثر نہیں:

①: باعثِ مذمت نیکی کا نہ کرنا ہے، نیکی کا حکم دینا نہیں:

واجبات دو قسم کے ہیں:

① نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

② نیکی کرنا اور برائی سے اجتناب کرنا۔

جن نصوص سے اس شبہ کے کہنے والوں نے احتجاج کیا ہے، ان میں پہلی قسم کے واجب ادا کرنے کی بنا پر مذمت نہیں، بلکہ دوسری قسم کے واجب کو چھوڑنے پر مذمت کی گئی ہے۔ ان نصوص میں لوگوں کو نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور اچھا بول بولنے کی وجہ سے مذمت نہیں ہے، بلکہ یہاں اپنے نفس کو بھول جانے، نیکی کا کام نہ کرنے، برائی کا ارتکاب کرنے، اور اچھے قول کے مطابق عمل نہ کرنے کی وجہ سے مذمت کی گئی ہے۔

مثال کے طور پر ایک طالب علم تفسیر کے مضمون میں پاس ہو جاتا ہے، لیکن حدیث کے مضمون میں اس کی قسمت یاوری نہیں کرتی، کیا عقل و دانش کے بموجب تفسیر میں پاس ہو جانا اس کے لیے باعثِ ملامت ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، تفسیر میں اس کی کامیابی قابل تعریف ہے، لیکن حدیث میں اس کی ناکامی اس کے لیے باعثِ مذمت ہے۔

بہت سے مفسرین کرام نے وضاحت کی ہے کہ ان نصوص میں زجر و توبیخ کا سبب نیکی کا حکم دینا نہیں، بلکہ نیکی کا نہ کرنا ہے۔ مثال کے طور پر امام قرطبیؒ ارشاد باری تعالیٰ ﴿أَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ. الآية﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اِعْلَمْ وَفَّقَكَ اللّٰهُ أَنَّ التَّوْبِيْخَ فِي الآيَةِ بِسَبَبِ تَرْكِ فِعْلِ الْبِرِّ، لَا بِسَبَبِ الْأَمْرِ بِالْبِرِّ". [1]

''جان رکھو! اللہ تعالیٰ تجھے توفیق دے کہ اس آیت میں توبیخ کا سبب نیکی کا نہ کرنا ہے، نیکی کا حکم دینا باعثِ توبیخ نہیں۔''

اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: " وَلَيْسَ الْمُرَادُ ذَمَّهُمْ عَلَى أَمْرِهِمْ بِالْبِرِّ مَعَ تَرْكِهِمْ لَهُ، بَلْ عَلَى تَرْكِهِمْ لَهُ". [2]

''اس آیت سے مراد یہ نہیں کہ نیکی کا حکم دینے کے ساتھ نیکی ترک کرنے پر ان کی مذمت کی گئی ہے، بلکہ نیکی کے چھوڑنے پر (ان کی مذمت کی گئی) ہے۔''

ایک واجب کا چھوڑنا دوسرے واجب کے ترک کا سبب جواز نہیں:

مذکور بالا دونوں اقسام کے واجبات ایسے نہیں کہ ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہوں، اور ایک کے چھوڑنے سے دوسرے کا چھوڑنا لازم آتا ہو۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے جس کا ادراک بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ کیا ہم ایسے شخص کو جو نماز تو پڑھتا ہے، لیکن روزے نہیں رکھتا، یہ کہیں گے کہ وہ روزے نہ رکھنے کی بنا پر نماز پڑھنا بھی ترک کردے؟ اسی بات کو بہت سے علما نے بیان کیا ہے۔ مثال کے طور پر امام ابوبکر الجصاصؒ فرماتے ہیں:

" وَجَبَ أَنْ لَّا يَخْتَلِفَ فِيْ لُزُوْمِهِ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ، لِأَنَّ تَرْكَ الْإِنْسَانِ لِبَعْضِ الْفُرُوْضِ لَا يُسْقِطُ عَنْهُ فُرُوْضاً غَيْرَهُ. أَلَا تَرَى أَنَّ تَرْكَهُ لِلصَّلَاةِ لَا يُسْقِطُ عَنْهُ فَرْضَ الصَّومِ وَسَائِرَ العِبَادَتِ، فَكَذٰلِكَ مَنْ لَّمْ يَفْعَلْ سَائِرَ الْمَعْرُوْفِ، وَلَمْ يَنْتَهِ عَنْ سَائِرِ الْمَنَاكِيرِ فَإِنَّ فَرْضَ

---

[1] تفسیر القرطبي ۱/۳٦٦.

[2] مختصر تفسیر ابن کثیر ۱/۵۹). نیز ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوي ۱/۵۹؛ وتفسیر أبي السعود، ۱/۹۷؛ وتفسیر فتح القدیر ۱/۷۷.

الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ غَيْرُ سَاقِطٍ عَنْهُ." [1]

"(نیکی کا حکم دینے کے متعلق) لازم ہے کہ نیک اور فاسق پر اس کے واجب ہونے کے بارے میں کچھ فرق نہ ہو، (بلکہ اس کا ادا کرنا دونوں پر واجب ہے) کیونکہ انسان سے بعض واجبات کے چھوڑنے سے دوسرے واجبات کا چھوڑنا لازم نہیں آتا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نماز کا ترک کرنا، انسان کے روزوں اور دوسری عبادات کے ترک کرنے کے لیے باعثِ جواز نہیں بن سکتا۔ اسی طرح جو شخص تمام نیکیاں بجا نہیں لا سکتا، اور تمام برائیوں سے اجتناب نہیں کرسکتا، اس پر سے بھی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا واجب ساقط نہیں ہوتا۔"

اسی بات کو امام نوویؒ نے ایک دوسرے انداز سے واضح کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

" قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَلَا يُشْتَرَطُ فِي الْآمِرِ وَالنَّاهِيْ أَنْ يَكُوْنَ كَامِلَ الْحَالِ مُمْتَثِلًا مَا يَأْمُرُبِهِ مُجْتَنِباً مَا يَنْهِيَ عَنْهُ، بَلْ عَلَيْهِ الْأَمْرُ وَإِنْ كَانَ مُخِلًّا بِمَا يَأْمُرُ بِهِ، وَالنَّهْيُ وَإِنْ كَانَ مُتَلَبِّساً بِمَا يَنْهِى عَنْهُ، فَإِنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ شَيْئَانِ: أَنْ يَأْمُرَ نَفْسَهُ وَيَنْهَاهَا، وَيَأْمُرَ غَيْرَهُ وَيَنْهَاهُ، فَإِذَا أَخَلَّ بِأَحِدِهِمَا كَيْفَ يُبَاحُ لَهُ الإِخْلَالُ بِالآخَرِ." [2]

"علمائے کرام نے کہا ہے کہ (نیکی کا) حکم دینے اور (برائی سے) روکنے والے کے لیے ضروری نہیں کہ وہ خود درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہو۔ بلکہ اس پر (نیکی) کا حکم دینا واجب ہے، اگرچہ وہ اسے پوری طرح ادا کرنے والا نہ ہو۔ اسی

---

[1] أحكام القرآن ۲/۳۳.

[2] شرح النووي على صحيح مسلم ۲/۲۳؛ نیز ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ۳/۴۷؛ وتفسير البيضاوي ۱/۱۵۰؛ وتفسير ابي السعود ۱/۹۷؛ وتفسير السراج المنير ۱/۵۵.

طرح (برائی سے) روکنا اس پر فرض ہے اگر چہ اس کا دامن اس سے آلودہ ہی کیوں نہ ہو؟ پس اس پر دو چیزیں واجب ہیں: اپنے نفس کو (نیکی کا) حکم دے اور (برائی سے) روکے۔ دوسروں کو (نیکی کا) حکم دے اور (برائی سے) روکے۔ اور اگر اس نے ایک واجب میں کوتاہی کی، تو اس کے لیے دوسرے واجب میں غفلت برتنا کیسے جائز ہو گیا۔''

۳: قبول شبہ سے فریضہ احتساب کا معطل ہونا:

اگر ہم اُمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے یہ شرط عائد کریں، کہ انسان ہر اس کام کو کرے، جس کا حکم دیتا ہے، اور ہر اس کام سے اجتناب کرے، جس سے روکتا ہے، تو پھر ہم کسی کو فریضہ احتساب ادا کرنے والا نہ پائیں گے، اور اس طرح یہ عظیم واجب معطل ہو کر رہ جائے گا۔ علمائے امتؒ نے اس بات کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا:

''لَوْ كَانَ الْمَرْءُ لَا يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا يَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ حَتَّى لَا يَكُوْنَ فِيْهِ شَيْءٌ، مَا أَمَرَ أَحَدٌ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا نَهَى عَنْ مُنْكَرٍ''۔ [1]

''اگر کوئی شخص اس وقت تک نیکی کا حکم نہ دے، اور برائی سے نہ روکے، جب تک خود اس میں کوئی (برائی) نہ رہے، تو (پھر تو) کوئی شخص نیکی کا حکم نہ دے سکے گا، اور برائی سے نہ روک سکے گا۔''

امام مالکؒ نے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: '' وَصَدَقَ، وَمَنْ ذَا الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ؟''۔ [2]

''اور انہوں نے (سعید بن جبیر) نے سچ کہا، وہ کون ہے جس میں کوئی

---

[1] منقول از تفسیر القرطبي ۱/ ۳۶۷-۳۶۸۔

[2] المرجع السابق ۱/ ۳۶۸۔

چیز (خرابی) نہیں''؟

اسی طرح امام قرطبیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت حسنؒ نے مطرف بن عبداللہؒ سے کہا:

" عِظْ أَصْحَابَكَ " ''اپنے ساتھیوں کو نصیحت کیجئے''

انہوں نے جواب میں کہا: " إِنِّي أَخَافُ أَنْ أَقُوْلَ مَالَا أَفْعَلُ . "

''میں ڈرتا ہوں کہ وہ بات کہوں جس کو میں خود نہیں کرتا۔''

یہ سن کر حضرت حسنؒ کہنے لگے: " يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، وَأَيُّنَا يَفْعَلُ مَا يَقُوْلُ؟ يَوَدُّ الشَّيْطَانُ أَنَّهُ قَدْ ظَفِرَ بِهٰذَا ،فَلَمْ يَأْمُرْ أَحَدٌ بِمَعْرُوْفٍ وَلَمْ يَنْهَ عَنْ مُنْكَرٍ ". [1]

''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے ہم میں کون ایسا ہے جو وہ (سب کچھ) کرتا ہے، جو وہ کہتا ہے؟ شیطان اسی بات کے ساتھ اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے، (تاکہ) پھر کوئی نیکی کا حکم نہ دے، اور نہ ہی برائی سے روکے۔''

اسی بات کو امام الطبریؒ نے واضح کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

" وَأَمَّا مَنْ قَالَ: " لَا يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ إِلَّا مَنْ لَيْسَتْ فِيْهِ وَصْمَةٌ " ! فَإِنْ أَرَادَ أَنَّهُ الْأَوْلَى فَجَيِّدٌ، وَإِلَّا فَيَسْتَلْزِمُ سَدَّ بَابِ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ إِذَا لَمْ يَكُنْ هُنَاكَ غَيْرُهُ. " [2]

''اور جس نے یہ کہا کہ: '' نیکی کا حکم وہی دے، جس میں کوئی غلطی نہ ہو'' ۔اگر اس کا مقصود یہ ہے کہ یہ بہترین صورت ہے، تو یہ عمدہ (بات) ہے، بصورت دیگر اس فریضہ کو ادا کرنے والے کسی دوسرے شخص کے موجود نہ ہونے کی صورت میں، نیکی کے حکم دینے کا دروازہ بند ہو جائے گا؟

---

[1] منقول از تفسیر القاسمی ۱/۳۶۷.

[2] ملاحظہ ہو: فتح الباری ۱۳/۵۳.

❹ گناہ گار کا احتساب ہمیشہ غیر مؤثر نہیں:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عام طور پر کامل شخص کی دعوت گناہ گار شخص کی دعوت سے زیادہ مؤثر اور مقبول ہوتی ہے، لیکن یہ خیال کہ کامل شخص کی دعوت ہمیشہ قبول کی جاتی ہے، اور گناہ گار شخص کی دعوت ہمیشہ غیر مؤثر ہوتی ہے، صحیح نہیں۔ کتنے کامل اور غلطیوں سے پاک انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت ان کے قریب ترین رشتہ داروں پر اثر انداز نہ ہوسکی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کا ان کی بیوی اور بیٹے پر کچھ اثر نہ ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت سے ان کا باپ فیض یاب نہ ہوسکا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ان کی دعوت پر لبیک نہ کہی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کامل ترین شخص حضرت محمد ﷺ کی نصیحت ان کے چچا ابوطالب کو اسلام کی طرف نہ پھیر سکی۔

اسی طرح کتنے ہی کامل انبیائے کرام علیہم اسلام نے اپنی قوموں کو دعوت دی، مگر ان کے ساتھ بجز چند لوگوں کے اور کوئی ایمان نہ لایا، بلکہ انبیائے کرام علیہم اسلام میں سے بعض ایسے بھی تھے، جن پر ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔ [1]

اس کے برعکس ہم کتنے ہی ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے اعمال ان کے اقوال کے

---

[1] امام مسلم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:
"عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ، وَالرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ."
"مجھ پر امتیں پیش کی گئیں، پس میں نے (ایک) نبی دیکھا، جس کے ساتھ مختصر گروہ تھا، اور (دوسرا) نبی (دیکھا) جس کے ساتھ ایک آدمی تھا، اور (نبی دیکھا جس کے ساتھ) دو آدمی تھے۔ اور (ایسا بھی) نبی (دیکھا) جس کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔"
(صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولا عذاب، جزء من رقم الحدیث رقم ۳۴۷، ۱/۱۹۹)۔ الرهیط، یہ رهط کی تصغیر ہے جو دس سے کم آدمیوں کی جماعت پر مشتمل ہوتی ہے۔

برعکس ہوتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کے بہت پیروکار نظر آتے ہیں۔ حقوق انسانی کے بڑے بڑے جھوٹے علم بردار انسانی حقوق کو سب سے زیادہ پامال کرنے کے باوجود، لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنا ہم نوا بنا لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، مزدوروں کے حقوق کے نام نہاد محافظوں اور مظلوم قوموں کے غم میں ڈوبے ہوئے جھوٹے دعویداروں کے پیروکاروں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں، اگرچہ وہ مظلوم مزدوروں اور مقہور قوموں پر سب سے زیادہ ظلم وستم کرنے والے ہیں۔

بات کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی شخص [امر بالمعروف اور نہی عن المنکر] کو اس لیے ترک نہ کرے کہ اس کی اپنے اعمال میں کوتاہی اس کے احتساب کو غیر مفید بنا دیتی ہے۔ بسا اوقات ایسے ہی شخص کا احتساب اپنے سے بہتر حالت والے شخص کے احتساب سے زیادہ سودمند ثابت ہو جاتا ہے۔

تنبیہ:

ہماری مذکورہ بالا باتوں سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ہم [امر بالمعروف اور نہی عن المنکر] کی ادائیگی کے لیے نیکی کا ترک کرنا اور برائی کا ارتکاب کرنا مضر خیال نہیں کرتے، بلکہ ہم اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ ایسے شخص پر نیکی کا کرنا اور برائی سے بچنا واجب ہے، اور وہ اس بارے میں غفلت کا شکار ہو کر اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے، اسی طرح ہم اس بات کی تاکید بھی کرتے ہیں، کہ نیکی کا حکم دینے والا اس نیکی کا سب سے پہلے کرنے والا ہو، اور برائی سے منع کرنے والا اس برائی کا سب سے پہلے چھوڑنے والا ہو، جیسا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا طرزِ عمل تھا۔ لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ نیکی کا کرنا اور برائی کا ترک کرنا، نیکی کا حکم دینے، اور برائی سے روکنے کے لیے شرط ہے۔ جو شخص نیکی کا حکم دے رہا ہو،

اور خود نہ کرتا ہو، اسی طرح برائی سے روک رہا ہو، لیکن خود اسے کرتا ہو، اسے یہ نہ کہا جائے گا، کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بند کردو، بلکہ ہم اسے کہیں گے کہ نیکی کا حکم دیتے رہو، اور برائی سے روکنا جاری رکھو، لیکن اپنے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرو، خود بھی نیکی کرو اور برائی سے اجتناب کرو۔ واللہ اعلم بالصواب۔[1]

---

[1] اس بارے میں مزید تفصیل راقم السطور کی کتاب "السلوك وأثره في الدعوة إلى الله تعالیٰ" ص ۱۹۷ – ص ۲۱۰ میں ملاحظہ فرمائیے۔

چوتھا شبہ اور اس کی حقیقت

''خوفِ فتنہ کے باعث احتساب کا چھوڑنا''

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم فتنہ کا شکار ہونے کے خدشہ کے پیش نظر نیکی کا حکم نہیں دیتے اور برائی سے نہیں روکتے۔

حقیقت شبہ:

ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس شبہ کی حقیقت درج ذیل عناوین کے تحت واضح کریں گے:

① ترک احتساب کا بجائے خود مبتلائے فتنہ کرنا۔

② شبہ کی منافق جد بن قیس کے عذر سے مشابہت۔

③ شبہ کا نبی کریم ﷺ کی وصیت سے تعارض۔

④ شبہ کا انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین کی سیرتوں سے تصادم۔

⑤ تنبیہ۔

﴿1﴾ ترک احتساب کا بجائے خود مبتلائے فتنہ کرنا:

ہم اس دعویٰ کے کرنے والوں سے سوال کرتے ہیں کہ کیا تم احتساب کو چھوڑ کر فتنہ سے بچ گئے ہو یا فتنہ کا شکار ہو چکے ہو؟

قرآن وسنت کی نصوص اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ احتساب کا چھوڑنا فتنہ کا باعث بن جاتا ہے۔ انہی نصوص میں یہ ارشادِ ربانی بھی ہے:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾.[1]

[1] سورة الأنفال / الآية ۲۵.

’’ اور تم ایسے فتنہ سے بچو جس کا اثر تم میں سے صرف ظالموں تک ہی محدود نہیں رہے گا، اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں!

" أَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْ لَا يُقِرُّوْا الْمُنْكَرَبَيْنَ أَظْهُرِهِمْ، فَيَعُمُّهُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ يُصِيْبُ الظَّالِمَ وَغَيْرَ الظَّالِمِ " [1]

’’ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ اپنے درمیان برائی کو پنپنے نہ دیں، جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کا (وہ) عذاب انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے جو ظالم اور غیر ظالم کو (یکساں) پہنچتا ہے۔‘‘

انہی نصوص میں سے ایک امام طبرانیؒ کی بیان کردہ وہ حدیث بھی ہے جسے حضرت عرس بن عمیرۃ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

" إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَا يُعَذِّبُ الْعَامَةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتّٰى تَعْمَلَ الْخَاصَّةُ بِعَمَلٍ تَقْدِرُ الْعَامَّةُ أَنْ تُغَيِّرَهُ، وَلَا تُغَيِّرُهُ، فَذَاكَ حِيْنَ يَأْذَنُ اللّٰهُ فِيْ هَلَاكِ الْعَامَّةِ وَالْخَاصَّةِ " [2]

’’ اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے (بُرے) اعمال کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتے، یہاں تک کہ خاص لوگ ایسے کام کریں، جسے عام لوگ

---

[1] تفسیر البغوي (المطبوع علی ھامش تفسیر الخازن) ۲۳/۳؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر الطبری ۴۷۴/۱۳ .

[2] نقلا عن مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب الفتن، باب في ظهور المعاصي ۲۶۸/۷. حافظ الہیثمیؒ نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے ’’اسے طبرانی نے روایت کیا اور اس کے رجال ثقات ہیں۔‘‘

بدلنے کی استطاعت رکھیں۔لیکن وہ اسے نہ بدلیں، اس وقت اللہ تعالیٰ عام وخاص (سب) کو ہلاک کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔''

انہی نصوص میں سے ایک امام احمدؒ کی روایت کردہ وہ حدیث بھی ہے، جسے حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

" إِذَا رَأَيْتُمْ أُمَّتِيْ تَهَابُ الظَّالِمَ أَنْ تَقُوْلَ لَهُ :إِنَّكَ أَنْتَ ظَالِمٌ ، فَقَدْ تُوْدِّعَ مِنْهُمْ."[1]

''اگر تم میری امت میں (یہ بات) دیکھو کہ وہ ظالم کو یہ کہنے سے ڈرتی ہے کہ ''بے شک تو ظالم ہے'' تو تم ان سے ہاتھ دھو لیجئے؟

قاضی عیاضؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

" أَصْلُهُ مِنَ التَّوْدِيْعِ ،وَهُوَ التَّرْكُ ،وَحَاصِلُهُ أَنَّ تَرْكَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ أَمَارَةُ الْخَذْلَانِ وَغَضَبِ الرَّبِّ." [2]

''(تُوُدِّعُ) کا اصل [تودیع] سے ہے، جس کا معنی ترک کرنا ہے۔خلاصہ یہ کہ نیکی کا حکم نہ دینا، اور برائی سے نہ روکنا، ذلت اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی

---

[1] "المسند" للإمام احمد ،رقم الحديث ٦٥٢١، ١٠/٢٩-٣٠۔اس حدیث کی اسناد کو شیخ احمد شاکرؒ نے [صحیح] قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو: هامش المسند ٢٩/١٠)۔اسی حدیث کو امام حاکمؒ نے معنی کے اتحاد اور الفاظ کے اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے۔(ملاحظہ ہو: المستدرك ٩٦/٤)؛ اور اس کی سند کو [صحیح] کہا ہے۔حافظ ذہبیؒ نے ان سے موافقت کی ہے۔(ملاحظہ ہو: التلخيص ٩٦/٤)۔نبی کریم ﷺ کے ارشاد [" إذا رأيتم أمتي تهاب الظالم...... ظالم"] کے معنی یہ ہیں کہ اس کو قدرت رکھنے کے باوجود ظلم سے نہ روکے، اور نہ ہی ظلم پر اس کو ٹوکے۔(ملاحظہ ہو: فيض القدير للمناوی شرح الجامع الصغير ٣٥٤/١)۔

[2] فيض القدير ٣٥٤/١ ۔

نشانی ہے۔''

اور اس فتنہ سے بچاؤ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے ہی ہوسکتا ہے۔ شیخ جلال الدین المحلی آیت کریمہ، ﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً ......﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"وَاتِّقَاؤُهَا بِإِنْكَارِ مُوجِبِهَا مِنَ الْمُنْكَرِ."[1]

''(فتنہ سے) بچاؤ اس کا سبب بننے والی برائی کے روکنے ہی سے ہوسکتا ہے۔''

شبہ کی منافق الجد بن قیس کے عذر سے مشابہت:

احتساب کو ترک کرنے کے لیے اس عذر کی قباحت اس طرح بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ بعینہ وہی عذر ہے، جو کہ منافق الجد بن قیس نے غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے کے لئے کیا تھا۔ علیم و خبیر رب تعالیٰ نے اس کے عذر کی حقیقت کو بے نقاب کیا، اور ان آیات کریمہ میں اس کی مذمت فرمائی، جو کہ قیامت تک تلاوت کی جائیں گی۔ امام الطبری نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دن (جب کہ آپ غزوۂ تبوک) کی تیاری میں مصروف تھے۔

قبلہ بنی سلمہ کے الجد بن قیس سے فرمایا: " هَلْ لَكَ يَا جَدُّ العَامَ فِيْ جِلَادِ بَنِيْ الْأَصْفَرِ؟"

فَقَالَ: " يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَوْ تَأْذَنُ لِيْ، وَلَا تَفْتِنِّيْ، فَوَاللّٰهِ! لَقَدْ عَرَفَ قَوْمِيْ مَارَجُلٌ أَشَدَّ عُجْباً بِالنِّسَاءِ مِنِّيْ. وَإِنِّيْ أَخْشَى إِنْ رَأَيْتُ نِسَاءَ بَنِيْ الْأَصْفَرِ أَنْ لَا أَصْبِرَ عَنْهُنَّ."

فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: " قَدْ أَذِنْتُ لَكَ."

---

[1] تفسير الجلالين ١/١٥١۔

''اے جد! کیا تو اس سال بنوالاصفر☆ کے خلاف ہمارے ساتھ مل کر لڑنے کا ارادہ رکھتا ہے؟''

وہ کہنے لگا، ''اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے اجازت دیں گے، اور مبتلائے فتنہ نہ کریں گے؟ اللہ کی قسم! میری قوم نے مجھ سے زیادہ عورتوں سے شیفتگی رکھنے والا نہیں دیکھا، اور مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے رومیوں کی عورتیں دیکھ لیں، تو میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکوں گا۔''

رسول کریم ﷺ نے اس سے اعراض کیا اور فرمایا: ''میں نے تجھے اجازت دے دی۔''

" فَفِيْ الجدّ بْنِ قَيْسٍ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيةُ ." ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴾ .[1]

پھر الجد بن قیس کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ [جس کے معانی کا ترجمہ یہ ہے]:

''اور ان میں وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ مجھے اجازت دیجئے، اور مجھے فتنہ میں مبتلا نہ کیجیے۔ (تم) آگاہ رہو کہ وہ تو مبتلائے فتنہ ہو چکے ہیں، اور یقیناً دوزخ کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔''

پھر امام الطبری ؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" أَيْ : إِنْ كَانَ إِنَّمَا يَخْشَى الْفِتْنَةَ مِنْ نِسَاءِ بَنِيْ الْأَصْفَرِ، وَلَيْس ذٰلِكَ بِهِ، فَمَا سَقَطَ فِيْهِ مِنَ الْفِتْنَةِ بِتَخَلُّفِهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ،

☆ ان سے مراد رومی ہیں۔

[1] سورۃ التوبۃ / الآیۃ ۴۹۔

وَالرَّغْبَةِ بِنَفْسِهِ عَنْ نَفْسِهِ،أَعْظَم." [1]

''یعنی اگر وہ رومیوں کی عورتوں کے فتنے سے ڈرتا ہے، (لیکن درحقیقت) اسے ایسا (کوئی فتنہ یا خوف) لاحق نہیں، تو جس فتنہ میں وہ رسول کریم اسے پیچھے رہ جانے اور اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز رکھنے میں مبتلا ہوا، وہ اس سے زیادہ سنگین تھا۔''

اسی طرح جو شخص ایک خود ساختہ خیالی فتنہ سے سلامتی کی خاطر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ترک کر دے، تو بے شک وہ بڑے فتنہ کا شکار ہو گیا۔ اور یہ بڑا فتنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فریضۂ احتساب کا ترک کرنا ہے۔

③ شبہ کا وصیت نبی کریم ﷺ سے تعارض:

متعدد احادیث شریفہ میں نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو حق بات کہنے، اس کی خاطر ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے اور جان اور رزق کے خوف کی بنا پر احتساب نہ چھوڑنے کی جو وصیت فرمائی ہے، یہ شبہ ان احادیث کے بھی یکسر الٹ ہے، انہی احادیث میں سے ایک حدیث وہ ہے، جسے امام احمدؒ نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

---

[1] تفسیر الطبري ۱۴/۲۸۷ باختصار. اس کے متعلق شیخ الاسلام تیمیہؒ فرماتے ہیں: " إِنَّ نَفْسَ إِعْرَاضِهِ عَنِ الْجِهَادِ الْوَاجِبِ، وَنُكُوْلَهُ عَنْهُ، وَضَعْفَ إِيْمَانِهِ، وَمَرَضَ قَلْبِهِ الَّذِيْ زَيَّنَ لَهُ تَرْكَ الْجِهَادِ فِتْنَةٌ عَظِيْمَةٌ قَدْ سَقَطَ فِيْهَا، فَكَيْفَ يَطْلُبُ التَّخَلُّصَ مِنْ فِتْنَةٍ صَغِيْرَةٍ لَمْ تُصِبْهُ، بِوُقُوْعِهِ فِيْ فِتْنَةٍ عَظِيْمَةٍ، قَدْ أَصَابَتْهُ."

ترجمہ: ''اس کا فریضہ جہاد سے اعراض کرنا، اس کے ادا کرنے میں بزدلی دکھانا، اس کا کمزور ایمان اور اس کے دل کی بیماری جس نے اس کے لیے جہاد کا چھوڑنا مزین کر دیا، (یہ سب امور بجائے خود) سنگین فتنہ ہیں، جن کا وہ شکار ہو گیا، اس چھوٹے فتنہ کی آڑ میں جس کا وہ شکار نہیں ہوا، اس بڑے فتنہ سے کس طرح گلوخلاصی پا سکتا ہے، جس کا وہ شکار ہو چکا ہے۔'' (کتاب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ص ۶۴).

" لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا مِنْكُمْ مَخَافَةُ النَّاسِ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِالْحَقِّ إِذَا رَآهُ وَعَلِمَهُ "

'' حق کو دیکھنے اور جاننے کے بعد تم میں کسی شخص کو لوگوں کا خوف اس کے کہنے سے نہ روکے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے:

" فَإِنَّهُ لَا يُقَرِّبُ مِنْ أَجَلٍ وَلَا يُبَاعِدُ مِنْ رِزْقٍ أَنْ يَقُوْلَ بِحَقٍّ أَوْ يُذَكِّرَ بِعَظِيْمٍ "[1]

'' (انسان) کا حق بات کہنا اور کسی عظیم بات کی یاددہانی کرانا موت کو نزدیک کرتا ہے اور نہ ہی رزق کو دور کرتا ہے۔''

اس شبہ کے دعویدار اس حدیث پاک اور اس جیسی دوسری احادیث سے کہاں دور گوشۂ غفلت میں ڈوبے ہیں۔؟

شبہ کا انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین کی سیرتوں سے تصادم:

اس قول کے کہنے والے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر صالحین کی سیرتوں سے کتنے دور ہیں، جنہیں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے سبب سنگین اذیتوں کا سامنا کرنا

---

[1] الفتح الربانی لترتیب مسند الإمام احمد، کتاب الأمر بالمعروف والنہي عن المنکر، باب وجوبه والحث علیه والتشدید فیه، ۱۹/۱۷۴۔ اسی حدیث کو اسی معنی کے ساتھ امام ابن حبانؒ نے بھی اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، رقم الحدیث ۱۸۴۲، ص۴۵۶)۔ اس حدیث کو حافظ الہیثمیؒ نے بھی اپنی کتاب مجمع الزوائد ومنبع الفوائد میں نقل کیا ہے، کتاب الفتن، باب فیمن خاف فأنکر بقلبه ومن تکلم ۷/۲۷۲-۲۷۳، اور اس کے متعلق تحریر کیا ہے کہ: "رواہ أبو یعلی ورجاله رجال الصحیح" (المرجع السابق ۷/۲۷۳): '' اس کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے، اور اس کے روایت کرنے والے صحیح کے روایت کرنے والے ہیں۔ شیخ احمد البناؒ نے کہا ہے: '' (اس حدیث کی) تخریج اس طرح ہے "طب، حب، هق" یعنی ابو یعلیؒ نے اپنی مسند میں، الطبرانیؒ نے اپنی المعجم الکبیر نے، ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں اسے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔ (بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني ۱۹/۱۷۴)۔

پڑا، انہیں ان کے وطنوں سے نکالا گیا، اور قتل کیا گیا؟

یہ لوگ اس امت کے ان عظیم آدمیوں سے کہاں ہیں جن کے متعلق رسول کریم ﷺ کی بشارت پوری ہوئی:

" سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ ص، وَرَجُلٌ قَامَ إِلَى إِمَامٍ جَائِرٍ فَأَمَرَهُ وَنَهَاهُ فَقَتَلَهُ. " [1]

'' شہیدوں کے سردار حمزہ بن عبدالمطلب ص، اور وہ آدمی ہے، جو جابر حاکم کے سامنے کھڑا ہوا، اسے نیکی کا حکم دیا، (برائی سے) روکا اور (جابر امام نے اسی بنا پر) اسے قتل کر دیا۔''

تنبیہ:

ہماری سابقہ گفتگو سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ فریضۂ احتساب ادا کرنے کی بنا پر جو نتائج اور اثرات ظاہر ہوں، ان سے چشم پوشی کی جائے، اور انہیں پیش نظر نہ رکھا جائے، ہمارا مقصود ہر گز یہ نہیں، بلکہ اس بات کو پیش نظر رکھا جائے گا کہ اگر فریضۂ احتساب ادا کرنے کی صورت میں متوقع مصلحت کی بجائے اس سے بڑی خرابی کا خطرہ ہو، تو پھر اس فریضہ کو ادا نہ کیا جائے گا، اور اگر اس فریضہ کی ادائیگی کے سبب خرابی کے مقابلے میں بڑی مصلحت پوری ہوتی نظر آئے تو پھر اس فریضہ کو ادا کیا جائے گا۔ اس بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ تحریر کرتے ہیں:

وَإِذْ كَانَ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ مِنْ أَعْظَمِ الْوَاجِبَاتِ أَوِ الْمُسْتَحَبَّاتِ لَا بُدَّ أَنْ تَكُوْنَ الْمَصْلَحَةُ فِيْهَا

---

[1] اس حدیث کو امام حاکمؒ نے المستدرك على الصحيحين میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور اس کی سند کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (۱۹۰/۳).

اس حدیث کو شیخ البانیؒ نے [حسن] قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (صحيح الجامع الصغير وزيادته رقم الحديث ۳۶۷۵، ۲۱۹/۵، وسلسلة الأحاديث الصحيحة رقم الحديث ۳۷۴، ۳۰۱، ص ۱۰۳-۱۰۵).

رَاجِحَةً عَلَى الْمَفْسَدَةِ،فَحَيْثُ كَانَتْ مَفْسَدَةُ الْأَمْرِ وِالنَّهْيِ أَعْظَمَ مِنْ مَصْلَحَتِهِ ،لَمْ يَكُنْ مِمَّا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ،وَإِنْ كَانَتْ قَدْ تُرِكَ وَاجِبٌ وفُعِلَ مُحَرَّم . [1]

اور جیسا کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا عظیم ترین واجبات یا مستحبات میں سے ہے،اس لیے یہ بات ضروری ہے کہ اس کی ادائیگی کے وقت خرابی پر مصلحت غالب ہو،اور جب نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی خرابی اس کی مصلحت سے زیادہ ہوگی،تو پھر اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس (فریضہ کی ادائیگی) کا حکم نہیں دیا۔اگرچہ اس وقت واجب (عمل) ترک کیا جارہا ہو،اور حرام (کام) کا ارتکاب کیا جارہا ہو۔

(یہاں یہ بات پیش نظر رہے) کہ مصالح اور مفاسد کا معیار لوگوں کی پسند اور ناپسند نہ ہوگا۔بلکہ اسے شریعت کے ترازو میں تولا جائے گا۔جیسا کہ شیخ الاسلام نے تحریر کیا ہے۔ [2]

ہماری بات کا یہ مقصد بھی نہیں کہ ہم اس فریضہ کو ادا کرتے ہوئے اپنی جانوں پر زیادتی کریں،اور اپنے ہاتھوں سے اپنی ہلاکت کا سامان مہیا کریں،بلکہ ہماری بات کا مقصد یہ ہے کہ جان اور رزق کا خوف احتساب کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔لیکن یہاں احتیاط سے کام لینا اسی طرح ضروری ہے،جس طرح تلوار کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے احتیاط کرنی چاہیے۔اسی بات کے متعلق شیخ محمد رشید رضاؒ لکھتے ہیں:

"وَلَا نَتْرُكُ الدَّعْوَةَ . إِلَى الْخَيْرِ وَلَا الْجِهَادَ دُوْنَهُ خَوْفاً عَلَى أَنْفُسِنَا حِرْصاً عَلَى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا،وَلَا نُفَرِّطُ بِأَنْفُسِنَا فِيْ أَثْنَاءِ دَعْوَتِنَا وَجِهَادِنَا فِيْمَا لَا تَتَوَقَّفُ الدَّعْوَةُ وَلَا حِمَايَتُهَا عَلَيْهِ . وَقَدْيَكُوْنُ أَكْثَرُ مَا يُصِيْبُ الدَّاعِيَ إِلَى الْخَيْرِ مِنَ الْأَذَى نَاشِئاً عَنْ

---

[1] ملاحظہ ہو: "كتاب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر" ص ۱۷.

[2] المرجع السابق ص ۲۱ .

طَرِيْقَةِ الدَّعْوَةِ وَكَيْفِيَّةِ سَوْقِهَا إِلَى الْمَدْعُوِّ،لَا سِيَّما إِذَا كَانَ مُسْلِماً،وَكَانَتِ الدَّعْوَةُ مُؤَيَّدَةً بِالْكِتَابِ وَالسُّنَةِ." [1]

''ہم خیر کی طرف دعوت کا کام اور اس کے لیے جہاد اپنی جانوں کا خوف کھاتے ہوئے اور دنیا کی زندگی طمع کرتے ہوئے ترک نہ کریں، [لیکن اس کے ساتھ] ہم دعوت و جہاد کے دوران ایسی باتوں پر بلاضرورت زور دینے کی وجہ سے اپنی جانوں پر زیادتی نہ کریں، جن پر نہ تو دعوت کا دارومدار ہے، اور نہ ہی دعوت کی تائید وحمایت ان پر موقوف ہے، بسا اوقات داعی إلی الخیر کو پہنچنے والی اذیت کا سبب اس کا طریقہ دعوت اور اسلوب تبلیغ ہوتا ہے، خصوصاً جب کہ مخاطب مسلمان ہو اور دعوت کی تائید کتاب وسنت سے ہو رہی ہو۔''والله أعلم بالصواب''.

---

[1] تفسیر المنار ۳۲/۴-۳۳.

پانچواں شبہ اور اس کی حقیقت

''لوگوں کے نہ ماننے کے سبب احتساب چھوڑنا''

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی کوششوں اور اوقات کو لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر ضائع نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ لوگ اسے قبول نہیں کرتے۔''

حقیقت شبہ:

ہم توفیق الٰہی سے اس شبہ کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے قارئین کی توجہ درج ذیل باتوں کی طرف مبذول کرائیں گے:

1 وجوبِ احتساب کے لیے قبولیت احتساب شرط نہیں:

2 عدمِ قبولیت کا غیبی امور میں سے ہونا:

3 احتساب میں اتباع رسول کریم ﷺ کا واجب ہونا:

١: وجوبِ احتساب کے لیے قبولیت احتساب شرط نہیں:

اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی فرضیت کو لوگوں کی قبولیت سے مشروط نہیں کیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ اور آپ کی امت پر اوامر و نواہی کا لوگوں تک پہنچانا واجب قرار دیا ہے، چاہے لوگ اسے قبول کریں یا نہ کریں۔ بہت سی نصوص اس بات کو واضح کرتی ہیں۔ انہی نصوص میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ [1]

''پس اگر تم نے روگردانی کی، تو ان (رسول کریم ﷺ) کے ذمے تو صرف وہی ہے

[1] سورۃ النور /الآیۃ ۵۴۔

جو ان پر لازم کر دیا گیا ہے، اور تم پر اس کی جواب دہی ہے جو تم پر فرض کیا گیا ہے، ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی، جب تم ان کی اطاعت کرو گے، اور یاد رکھو کہ رسول کے ذمے تو صرف صاف صاف (دعوت کا) پہنچا دینا ہے۔''

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِنْ أَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ﴾ [۱]

''پس اگر یہ بھی تابع دار بن جائیں تو یقیناً ہدایت پا جائیں گے اور اگر یہ روگردانی کریں، تو آپ پر صرف (دعوت کا) پہنچا دینا ہے۔''

اسی طرح قول ربانی ہے:

﴿فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ [۲]

''اگر تم اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو! کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف واضح طور پر (دعوت کا) پہنچا دینا ہے۔''

اسی طرح ارشاد سبحانی ہے: ﴿ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ [۳]

''پھر بھی اگر یہ منہ موڑیں تو آپ کی ذمہ داری صرف واضح طور پر تبلیغ کر دینا ہی ہے۔''

اسی طرح فرمانِ الٰہی ہے: ﴿فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ [۴]

''پس اگر تم اعراض کرو تو بے شک ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف (دعوت کا) صاف صاف پہنچا دینا ہے۔''

---

[۱] سورة آل عمران /الآية ۲۰.

[۲] سورة المائدة /الآية ۹۲.

[۳] سورة النحل /الآية ۸۲.

[۴] سورة التغابن /الآية ۱۲.

اسی طرح فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ﴿فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ۱

''پس پیغمبروں کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ﴾ ۲

''پس اگر تم روگردانی کرو، (تو کرو) میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا چکا، جو مجھے دے کر تمہاری طرف بھیجا گیا تھا۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ ۳

''اگر ہم ان سے کیے گئے وعدوں میں سے کوئی آپ کو دکھائیں، یا آپ کو فوت کر دیں، تو آپ پر تو صرف پہنچا دینا ہی ہے، (جبکہ) حساب تو ہمارے ہی ذمہ ہے۔''

اسی طرح قولِ رب العالمین ہے:

﴿يٰأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ۴

''اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، اسے (لوگوں تک) پہنچا دیجیے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا، اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچا لے گا۔''

---

۱ سورۃ النحل /الآیۃ ۳۵.

۲ سورۃ هود /الآیۃ ۵۷.

۳ سورۃ الرعد /الآیۃ ۴۰.

۴ سورۃ المائدہ /الآیۃ ٦۷.

اسی طرح قول حکیم وخبیر ہے: ﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ﴾.[1]

''پس آپ نصیحت کریں کیونکہ آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔''

پس رسول کریم ﷺ اوران کی امت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کے اوامرونواہی پہنچائیں، اور انہیں یاددہانی کرائیں، چاہے وہ انہیں قبول کریں، یا نہ کریں۔ اس بلند مرتبت فریضہ کا لوگوں کے اعراض کے سبب ترک کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے قابل قبول نہیں۔ اس بارے میں امام نووی ؒ تحریر کرتے ہیں:

" قَالَ الْعُلَمَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ: " وَلَا يَسْقُطُ عَنِ الْمُكَلَّفِ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ لِكَوْنِهِ لَا يُفِيْدُ فِيْ ظَنِّهِ ،بَلْ يَجِبُ عَلَيْهِ فِعْلُهُ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ." وَقَدْ قَدَّمْنَا أَنَّ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْأَمْرُ وَالنَّهْيُ لَا الْقَبُوْلُ ،وَكَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ":﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ إِلَّا الْبَلٰغُ﴾ .[2]

''اللہ تعالیٰ علما سے راضی ہوجائے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ:'' نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی ذمہ داری مکلّف سے اس وجہ سے ساقط نہیں ہوتی، کہ اس کے خیال میں اس کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اس پر اس (ذمہ داری) کا بجالانا فرض ہے، کیونکہ یاددہانی مؤمنوں کو فائدہ دیتی ہے۔'' اور یہ بات ہم نے پہلے بیان کی ہے کہ انسان پر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا واجب ہے، لوگوں سے منوانا (واجب) نہیں۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ إِلَّا الْبَلٰغُ﴾ ☆

---

[1] سورۃ الغاشیہ /الآیتان ۲۱-۲۲ .

[2] شرح النووی علی صحیح مسلم ۲/۲۲-۲۳.

☆ آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے:''رسول کے ذمے تو صرف پہنچانا ہے۔''

اس بات کی تاکید قرآن کریم میں بیان کردہ **أصحاب السبت**☆ کے اس قصہ سے بھی ہوتی ہے، کہ جب نیک لوگوں نے انہیں ہفتہ کے دن حیلہ سازی سے شکار کرنے سے روکا، اور ان کی نافرمانی کے باوجود احتساب کو جاری رکھا، اور واضح کیا کہ وہ درج ذیل دو اسباب کی بنا پر احتساب کو جاری رکھے ہوئے ہیں:

① اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا عذر قبول ہو جائے۔

② شاید کہ نافرمان لوگ ان کی نصیحت قبول کر لیں، حیلہ سازی ترک کر دیں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بیان کو بایں الفاظ بیان فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَانِ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا، قَالُوْا مَعْذِرَةً إِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ [1]

''اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو، جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت سزا دینے والا ہے؟ (تو) انہوں نے جواب میں کہا کہ: تمہارے رب کے روبرو عذر کے لیے، اور اس لیے کہ شاید وہ ڈر جائیں۔''

امام ابن العربیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"لَمَّا فَعَلُوْا هٰذَا نَهَاهُمْ كُبَرَاؤُهُمْ، وَوَعَظَهُمْ أَحْبَارُهُمْ، فَلَمْ يَقْبَلُوْا مِنْهُمْ، فَاسْتَمَرُّوْا فِيْ نَهْيِهِمْ لَهُمْ، وَلَمْ يَمْنَعْ مِنَ التَّمَادِيْ عَلَى الْوَعْظِ وَالنَّهْيِ عَدَمُ قُبُوْلِهِمْ، لِأَنَّهُ فَرْضٌ، قُبِلَ أَوْلَمْ يُقْبَلْ، حَتّٰى قَالَ لَهُمْ بَعْضُهُمْ: ﴿لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ﴾ يَعْنِيْ فِي الدُّنْيَا أَوْ

☆ ہفتے والے: وہ لوگ تھے جنہیں ہفتے کے دن شکار کرنے سے روکا گیا۔

[1] سورۃ الأعراف /الآیة ١٦٤.

﴿مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ قَالَ لَهُمُ النَّاهُوْنَ :﴿مَعْذِرَةً إِلَى رَبِّكُمْ﴾أَيْ نَقُوْمُ بِفَرْضِنَالِيَثْبُتَ عُذْرُنَا عِنْدَرَبِّنَا "۔ [1]

"جب انہوں نے یہ کام (ہفتہ کے دن شکار) کیا، تو ان کے بڑوں نے انہیں منع کیا، اور ان کے پیشواؤں نے انہیں وعظ ونصیحت کی، انہوں نے اپنے بڑوں اور پیشواؤں کی بات نہ مانی، (لیکن اس کے باوجود) وہ انہیں منع کرتے رہے، قوم کا ان کی بات نہ ماننا، ان کے وعظ اور منع کرنے میں رکاوٹ نہ بن سکا، کیونکہ یہ (تو ایک) فرض ہے، چاہے اسے قبول کیا جائے یا مسترد کر دیا جائے، یہاں تک کہ بعض نے ان کے بڑوں سے کہا ﴿لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْماً اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْمُعَذِّبُهُمْ عَذَاباً شَدِيْدا﴾" [2] تو منع کرنے والوں نے ان سے کہا: ﴿مَعْذِرَةً إِلَى رَبِّكُمْ﴾ [3] یعنی ہم اپنا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں تا کہ ہمارے رب کے ہاں ہمارا عذر قبول ہو جائے۔"

عدم قبولیت غیبی امور میں سے ہے:

لوگوں پر اس بات کا حکم لگانا کہ وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے فائدہ حاصل نہیں کرتے، ان غیبی امور میں سے ہے کہ جنہیں علیم وخبیر رب تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ

---

[1] أحكام القرآن ٢/٧٩٧: شیخ جمال الدین القاسمیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی [معذرة إلى ربكم] اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ برائی سے روکنا کبھی ساقط نہیں ہوتا، اگرچہ روکنے والا جان لے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ (احتساب کی ادائیگی کے لیے) یہ شرط نہیں کہ اسے قبول کیا جائے، اگر احتساب میں صرف یہی ہو کہ اس کے ذریعے دین کے ایک عظیم رکن کی ادائیگی ہو جاتی ہے، حدود الہیہ کے لئے حمیت وغیرت کا اظہار ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے روبرو عذر پیش ہو جاتا ہے، تو یہی کچھ احتساب کے فائدہ کو واضح کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔"

[2] ترجمہ: "تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو، جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت سزا دینے والا ہے؟!"

[3] ترجمہ: "تمہارے رب کے روبرو معذرت کے لیے۔"

جس وقت اور جس طرح چاہے، انہیں پھیر دیتا ہے۔ اور ان کا پھیر دینا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت ہی آسان ہے۔ امام مسلمؒ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"إِنَّ قُلُوْبَ بَنِيْ آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَاحِدٍ، يُصَرِّفُهُ حَيْثُ شَاءَ"۔ [1]

"تمام بنی نوع آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی مانند ہیں، وہ انہیں جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔"

رسول کریم ﷺ نے دلوں کے پھیرے جانے میں آسانی کو بے آب و گیاہ زمین میں پڑے ہوئے ایک پَر کے الٹائے جانے سے بھی تشبیہ دی ہے۔ امام ابن ماجہؒ حضرت ابوموسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَثَلُ الْقَلْبِ مَثَلُ الرِّيْشَةِ، تُقَلِّبُهَا الرِّيَاحُ بِفَلَاةٍ"۔ [2]

"دل کی مثال ایک پَر کی مانند ہے، جسے بے آب و گیاہ زمین میں ہوا الٹ پلٹ دیتی ہے۔"

کتنے ہی انسان ایسے ہوتے ہیں جنہیں لوگ تقویٰ کے بلند درجے پر دیکھتے ہیں، پھر وہی لوگ بدترین فاسقوں میں شامل ہو جاتے ہیں، اور کتنے ہی آخری درجے کے فاسق لوگ موت کے وقت اونچے درجے کے متقی لوگوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور یہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب القدر، باب تصریف اللہ تعالی القلوب کیف شاء، رقم الحدیث ۲۶۵۴، ۲۰۴۵/۴۔

[2] سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب فی القدر، رقم الحدیث ۸۸، ۱۹/۱۔ اس حدیث کو شیخ البانیؒ نے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۷۱، ۲۲/۱)۔ اسی حدیث کو امام احمدؒ نے الفاظ کے اختلاف اور معانی کے اتحاد کے ساتھ دو اسناد سے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المسند ۴۰۸/۴-۴۰۹)۔ ان دونوں اسناد کو بھی شیخ البانیؒ نے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: حاشیہ مشکاۃ المصابیح ۳۷/۱)۔

ایک ایسی حقیقت ہے، جس کا ہم اپنی روزمرہ زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اس حقیقت کو کتنے واضح اور عمدہ انداز میں بیان فرمایا ہے:

" إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ فِيمَا يَرَى النَّاسَ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ،وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ،وَيَعْمَلُ فِيمَا يَرَى النَّاسُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ ،وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ،إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِخَوَاتِيمِهَا." [1]

"بے شک بندہ لوگوں کے دیکھنے میں جنت کے مکینوں جیسا عمل کرتا ہے اور وہ (حقیقت میں) جہنم والوں میں سے ہوتا ہے۔ (اسی طرح) بندہ لوگوں کی نظر میں جہنم والوں کا عمل کرتا ہے، اور وہ (حقیقت میں) جنت جانے والوں میں سے ہوتا ہے۔ بے شک اعمال کا دارومدار ان کے خاتمے پر ہے۔"

پس جب بندہ دوسروں کے خاتمے سے بے خبر ہے، تو وہ یہ بات کیسے کہہ سکتا ہے کہ لوگ احتساب قبول نہیں کرتے، اور پھر اسی مفروضے کی بنا پر [امر بالمعروف اور نہی عن المنکر] کیوں کر ترک کرے؟

احتساب میں اتباع رسول کریم ﷺ کا وجوب:

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾. [2]

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت کی توقع رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔"

---

[1] اس حدیث کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کتاب الرقاق ،باب الأعمال بالخواتيم وما يخاف منها ،رقم الحديث ۶۴۹۳، ۱۱/۳۳۰

[2] سورة الأحزاب /الآية ۲۱ .

ہم اس قول کے دعوے داروں سے سوال کرتے ہیں کہ کیا نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے نہ ماننے کی بنا پر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ترک کر دیا؟ ہرگز نہیں، بلکہ نبی کریم ﷺ تو انتہائی سنگین اور مشکل حالات میں بھی اللہ تعالیٰ سے لوگوں کی ہدایت کا سوال کرتے ہوئے اس فریضہ کی ادائیگی میں مصروف رہے، آپ ﷺ نے تو لوگوں کے دعوت اسلام کو مسترد کرنے پر ان کی آئندہ نسلوں کے ہدایت یافتہ ہونے کی تمنا کی۔ درج ذیل حدیث اس حقیقت کو کتنی وضاحت سے آشکارا کر رہی ہے:

امام مسلم ؒ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے استفسار کیا: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟"

''اے اللہ کے رسول! کیا آپ پر کبھی احد کے دن سے سخت دن آیا ہے''؟

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ، وَكَانَ أَشَدُّمَا لَقِيْتُهُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلِ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، فَلَمْ يُجِبْنِيْ إِلَى مَا أَرَدْتُّ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُوْمٌ عَلَي وَجْهِيْ[1] فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ[2] فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِيْ. فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ".

قَالَ: "فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: "يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ

---

[1] [فانطلقت وأنا مهموم على وجهي] یعنی جو سمت میرے سامنے تھی اسی کی طرف چل دیا، اور جملے کا معنی یہ ہے: میں پریشانی کی حالت میں (اس طرح) چلا کہ مجھے خبر نہ تھی کہ کس طرف جا رہا ہوں۔ (ملاحظہ ہو: تعلیقات شیخ محمد فؤاد عبدالباقی علی صحیح مسلم ۱۴۲۰/۳)۔

[2] [فلم أستفق إلا وأنا بقرن الثعالب] یعنی مصیبت کی شدت اور سنگینی کی وجہ سے مجھے اپنی حالت کا احساس قرن الثعالب کے پاس ہوا۔ (قرن الثعالب) یہ قرن المنازل نامی جگہ ہے، اور یہ جگہ نجد والوں کا میقات ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووی علی صحیح مسلم ۱۵۵/۱۲)۔

اللّٰہَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَأَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ، وَقَدْ بَعَثَنِيْ رَبُّكَ إِلَيْكَ لِتَأْمُرَنِيْ، فَمَا شِئْتَ؟إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ".

فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:" بَلْ أَرْجُوْ أَنْ يُخْرِجَ اللّٰہُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰہَ وَحْدَهُ، لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا". [1]

"اے عائشہ! میں نے تیری قوم سے (احد کے دن سے بھی) سخت دن پایا ہے۔ اور مجھے ان کی طرف سے سب سے زیادہ مصیبت کا سامنا عقبہ والے دن ہوا۔ جب میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے خود کو پیش کیا، لیکن اس نے میری بات کو نہ مانا۔ میں بے خودی کی حالت میں (وہاں سے) چلا۔ قرن الثعالب پہنچنے تک مجھے کچھ ہوش نہ تھا، پھر میں نے اپنے سر کو اٹھایا، تو ایک بادل مجھ پر سایہ فگن ہو چکا تھا۔ میں نے دیکھا تو اس میں جبریل علیہ السلام تھے، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا، " آپ کی قوم نے آپ سے جو کچھ کہا، اور جس طرح آپ کو جواب دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے سن لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کی طرف بھیجا ہے کہ آپ اسے جو چاہیں حکم دیں۔"

آپ ا نے فرمایا: پھر پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی، اور سلام کہا، (پھر) کہا۔" اے محمد! آپ کی قوم نے آپ کو جو کچھ کہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے سن لیا ہے، میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے، تا کہ آپ مجھے حکم دیں۔ آپ [مجھے] کیا [حکم دینا] چاہتے ہیں؟

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب مالقي النبي من أذى المشركين والمنافقين، رقم الحديث ١٧٩٥، ٣/١٤٢٠-١٤٢١.

اگر آپ چاہیں تو میں انہیں دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں۔''

رسول کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: ''(نہیں) بلکہ میں تو یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے (لوگ) پیدا کرے گا، جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، (اور) اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔''

کیا اس کے بعد بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ نسبت رکھنے والے کسی بھی شخص سے یہ کہنے کی توقع کی جا سکتی ہے کہ ہمیں [امر بالمعروف اور نہی عن المنکر] کی خاطر اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو ضائع نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ لوگ اس کو قبول نہیں کرتے۔

تائید شبہ میں بعض آیات سے استدلال:

اس شبہ والے بعض ایسی آیات سے اپنے موقف کی تائید کرتے ہیں، جن میں ان کے زعم باطل کے مطابق وعظ و تبلیغ اور [امر بالمعروف اور نہی عن المنکر] کا حکم صرف اس وقت ہے کہ جب امید نفع ہو، یا یہ توقع ہو کہ سننے والا عذاب سے ڈر جائے گا، رب العالمین کا خوف اس پر طاری ہو جائے گا، اور وہ سیدھے راستے پر گامزن ہو جائے گا۔ ان کی پیش کردہ آیات میں سے چار درج ذیل ہیں:

ا – ☆ مولائے کریم نے ارشاد فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾ [1]
''پس آپ نصیحت کرتے رہیں، اگر نصیحت کچھ فائدہ دے۔''

ب – ☆ ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ [2]
''آپ صرف انہی کو ڈرا سکتے ہو، جو غائبانہ طور پر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔''

---

[1] سورة الأعلى/ الآية ۹.

[2] سورة فاطر/ الآية ۱۸.

ج - ☆ قولِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ﴾ [1]

''بے شک آپ تو صرف اس شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے، اور رحمان سے اَن دیکھے ڈرے۔''

د- ☆ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ﴾ [2]

''پس آپ قرآن کے ساتھ ان کو یاددہانی کراتے رہیں، جو میری وعید سے ڈرتے ہیں۔''

ان آیات کو پیش کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ صرف اس وقت کرنے کا حکم دیا ہے کہ جب وعظ وتذکیر کارگر اور نفع مند ثابت ہوتے نظر آئیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ کو بھی صرف انہی لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے کا حکم دیا گیا جو کہ وعید سے ڈر جائیں، رب تعالیٰ کی خشیت ان کے اعضاء وجوارح کو جھکا دے، اور وہ تذکیر ونصیحت کے مطابق اپنی زندگیوں کو سنوار لیں۔

ان لوگوں کی رائے میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا صرف اس وقت ہے جب لوگ اس کو قبول کریں، جب خیر کی بات سننے والے کان بہرے، اور دیکھنے والی آنکھیں اندھی ہو جائیں، تو پھر [امر بالمعروف اور نہی عن المنکر] کو چھوڑ دینا چاہیے۔

آیات سے استدلال کی حقیقت:

مذکورہ بالا آیات سے استدلال کی اصلیت کو ہم توفیقِ الٰہی سے درج ذیل دو نکات کے تحت بیان کریں گے:

① سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں:

② مرادِ آیات مفسرین کی نگاہ میں:

---

[1] سورة يس / الآية ١١ .

[2] سورة ق / الآية ٤٥ .

۱۔ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں:

مذکورہ بالا آیات حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئیں، [۱] اور وہ ہی انہیں تلاوت کر کے مؤمنوں کو سناتے، اور انہیں ان کی تعلیم دیتے، [۲] نیز ان آیات کی تشریح و توضیح کی ذمہ داری بھی آپ ﷺ ہی کو سونپی گئی۔ [۳]

اسی پر بس نہیں، بلکہ آپ ﷺ ان آیات کا عملی نمونہ تھے۔ [۴]

یہاں ہم اس شبہ والوں سے یہ سوال کرتے ہیں، کہ جب لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت سے اعراض کیا، تو کیا آپ ﷺ نے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ترک کر دیا؟

---

[۱] ارشادِ ربانی ہے۔ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾۔ (سورۃ الفرقان/الآیۃ الأولی)۔ ترجمہ: ''بہت بابرکت ہے وہ (رب) جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا، تاکہ وہ تمام لوگوں کے لیے ڈرانے والا بن جائے۔''

[۲] فرمانِ الٰہی ہے۔ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾۔ (سورۃ آل عمران / الآیۃ ۱۶۴)۔

ترجمہ: ''بے شک مؤمنوں پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان کیا، کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، اور انہیں پاک کرتا ہے، اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

[۳] ارشادِ ربانی ہے۔ ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾۔ (سورۃ النحل / الآیۃ ۴۴)۔ ترجمہ: ''ہم نے یہ ذکر (کتاب) آپ کی طرف اتارا ہے، تاکہ لوگوں کی جانب جو نازل کیا گیا ہے، اسے آپ کھول کھول کر بیان کر دیں، شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔''

[۴] امام مسلمؒ حضرت سعد بن ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: ''اے ام المؤمنین! مجھے رسول کریم ﷺ کے اخلاق کی خبر دیجیے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''کیوں نہیں (میں قرآن کریم پڑھتا ہوں)۔''

ام المؤمنین نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کا اخلاق قرآن کریم تھا۔'' (صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، باب جامع صلاۃ اللیل، ومن نام عنه أو مرض، اجزء من رقم الحدیث ۷۴۶، ۱/۵۱۳)۔

ہر گز نہیں، بلکہ آپ ﷺ نے دعوت و تذکیر اور انذار و بشارت کا مبارک عمل کافروں کی سرکشی، عناد اور بغض کے باوجود جاری رکھا۔ [1]

آیات کریمہ کے درست اور صحیح مطالب و معانی صرف وہی ہیں جو نبی کریم ﷺ نے سمجھے۔ ان کے بیان کردہ مفہوم اور عمل کے خلاف آیات کریمہ سے استنباط و استدلال سراسر باطل، واضح گمراہی اور یکسر ناقابل اعتنا ہے۔

مرادِ آیات مفسرین کی نگاہ میں:

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو، کہ انہوں نے ان آیات کے معانی و مفاہیم کو بڑے اچھے اور عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ ہم توفیق الٰہی سے ان کے بیان کردہ بعض معانی کا یہاں ذکر کرتے ہیں:

ا: ''آیت کریمہ ﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾ کا مقصود'':

اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازیؒ نے چندایک سوال اٹھائے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ:

نبی کریم ﷺ سب کی طرف نبی و رسول بنا کر بھیجے گئے تھے، لہٰذا آپ پر سب کو وعظ و تذکیر فرماتے رہنا واجب تھا، سننے والے فائدہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں۔ پھر کیوں ﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾ میں تذکیر کو نفع اور فائدے کے ساتھ مشروط کیا گیا؟

اس سوال کا امامؒ نے خود ہی جواب دیتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جب کسی چیز کو (إِنْ) کے ساتھ شرطیہ پیرائے میں بیان کیا جائے، اور وہ شرط پوری نہ ہو سکے، تو اس وجہ سے پہلی چیز کی نفی لازم نہیں آتی۔ اس بات پر متعدد آیات دلالت کناں ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

[1] رسول کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے حوالے سے ایک مثال کتاب ھذا کے ص ۲۷-۴۷ میں ملاحظہ کریں۔

☆ -ارشادِ ربانی: ﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا﴾ [۱]

''اگر تمہاری لونڈیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں تو انہیں دنیا کی زندگی کے فائدے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرو۔''

☆ - قولِ سبحانی: ﴿وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ [۲]

''اللہ تعالیٰ کا شکر کرو، اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو۔''

☆ - ارشادِ ربانی ہے: ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ﴾ [۳]

''تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں اگر تمہیں ڈر ہو۔''

حالانکہ نماز کا قصر کرنا خوف کی عدم موجودگی میں بھی جائز ہے۔

☆ - قول باری تعالیٰ: ﴿وَلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ﴾ [۴]

''اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ، تو رہن قبضہ میں رکھ لیا کرو۔''

لکھنے والے کی موجودگی کی حالت میں بھی رہن جائز ہے۔

☆ -فرمانِ ربانی: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَّتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ﴾ [۵]

''پھر اگر وہ (دوسرا شوہر) بھی طلاق دے دے تو ان دونوں کو آپس میں مل

---

[۱] سورة النور / الآية ۳۳. (زنا پر مجبور کرنے کی ممانعت ہر صورت میں ہے، لونڈیاں پاک دامنی اور عصمت کو پسند کرنے والی ہوں یا نہ ہوں)۔

[۲] سورة البقرة / الآية ۱۷۲. ''عبادات کو بجا نہ لانے والے پر بھی شکر کرنا واجب ہے۔'' (ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیرہ: ۵/۱۰)۔

[۳] سورة النساء /الآية ۱۰۱.

[۴] سورة البقرة /الآية ۲۸۳ .

[۵] سورة البقرة /الآية ۲۳۰.

امام رازیؒ کی مذکورہ بالا بات کی تائید دیگر متعدد آیات سے بھی ہوتی ہے، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

جانے میں کوئی گناہ نہیں، اگر وہ یہ گمان کریں کہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔"

☆ – قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۔ (سورۃ الشعراء / الآیۃ ۲۴)۔ ترجمہ: "(حضرت موسیٰ نے) کہا کہ وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم یقین رکھنے والے ہو"۔ [ان کے یقین نہ رکھنے کی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان تمام چیزوں کا رب ہے۔]

☆ – رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۔ (سورۃ الدخان: الآیۃ ۷) ترجمہ: "آسمان اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ان کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو"۔ [ان کے یقین نہ کرنے کی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ آسمان، زمین اور ان کی درمیانی مخلوق کا رب ہے۔]

☆ – قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ (سورۃ الشعراء / الآیۃ ۲۸) ترجمہ: "وہی مشرق ومغرب اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو"۔ [ان کے نہ سمجھنے کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ مشرق ومغرب اور ان کی درمیانی مخلوق کا مالک ہے۔]

☆ – وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (سورۃ البقرۃ / الآیۃ ۱۸۴)۔ ترجمہ: "اور تمہارے حق میں بہتر کام روزے رکھنا ہی ہے اگر تم علم والے ہو"

☆ – وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (سورۃ البقرۃ / الآیۃ ۲۸۰)۔ ترجمہ: "اور صدقہ کرنا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو"

☆ – اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (سورۃ التوبہ / الآیۃ ۴۱)۔ ترجمہ: "ملکے پھلکے ہوتب بھی، بھاری بھرکم ہوتب بھی (دونوں صورتوں میں) نکل کھڑے ہو، اور راہ رب میں مال وجان سے جہاد کرو، یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو"

☆ – اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (سورۃ النحل / الآیۃ ۹۵)۔ ترجمہ: "یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے پاس موجود چیز ہی تمہارے لیے بہتر ہے بشرطیکہ تم جانتے ہو"

☆ – وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (سورۃ العنکبوت / الآیۃ ۱۶)۔ ترجمہ: "اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو، اگر تم جانتے ہو، تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے"

☆ – يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (سورۃ الجمعہ / الآیۃ ۹)۔ ترجمہ: "اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو"

[روزہ، صدقہ، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ومال کی قربانی کرتے ہوئے نکلنا، مولائے کریم کی عبادت وتقویٰ میں، ذکر الٰہی کی جانب بھاگنے میں، اور جمعہ کے دن نماز کے وقت خرید وفروخت چھوڑنے میں خیر ہی خیر ہے، چاہے لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہی رہیں۔ ان کی بے خبری کی صورت میں خیر مفقود و معدوم نہ ہو جائے گی۔]

حالانکہ مراجعت اس تخمین وظن کے بغیر بھی جائز ہے۔"

امام رازیؒ اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب آپ یہ سمجھ چکے ہیں کہ (اِنْ) کے ساتھ ذکر کردہ شرط کی نفی سے دوسری چیز کی نفی نہیں ہوتی تو [سنو کہ] علما نے اس [پیرائے میں آیت کریمہ کو ذکر کرنے] کے [درج ذیل] فوائد بیان کیے ہیں:

① : جب انسان کسی کام کو شروع کرے، تو جس صورت میں اس کا مقصود و مراد پورا ہوتا نظر آئے، اس میں اس کام کے کرنے کا وجوب زیادہ حتمی اور ضروری ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾ [1]

② : وعظ وتذکیر کرنے کے بعد دو حالتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ سامع فائدہ اٹھاتا ہے، اور دوسری یہ کہ وہ فیضِ دعوت سے محروم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں میں سے اچھی حالت کا ذکر فرمایا ہے، اور محرومی کی حالت پر تنبیہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ یہی اسلوب آیت کریمہ ہے: ﴿سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ﴾ [2] میں ہے۔

"کرتے بنائے ہیں جو تمہیں گرمی سے بچائیں"۔

لہذا اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ (یاد دہانی کراؤ، چاہے وہ فائدہ دے، یا نہ دے) [3]

③: وعظ وتذکیر کو نفع کے ساتھ مشروط کرنے کا مقصد دعوت وتذکیر سے استفادہ اور نفع کی رغبت دلانا ہے، جیسا کہ ایک آدمی حق بیان کرنے کے بعد دوسرے آدمی (سامع)

---

[1] تذکیر ودعوت کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ سننے والا وعظ ونصیحت سے فائدہ اٹھائے، لیکن وہ بسا اوقات وعظ ونصیحت کے فائدہ سے محروم رہتا ہے، اور جب داعی کو یہ معلوم ہو جائے کہ سامع اس کی گفتگو کا اثر قبول کرے گا، تو ایسی صورت میں اس شخص کو دعوت دینا زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔

[2] سورۃ النحل / الآیۃ ۸۱.

[3] یہ فائدہ بہت سے مفسرین نے بیان کیا ہے، امام ابوحیان اندلسیؒ فرماتے ہیں: "فراء، نحاس، زہراوی اور جرجانی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یاد دہانی کرو، چاہے وہ فائدہ دے یا نہ دے، لیکن ذکر صرف ایک حالت کا کیا، کیونکہ وہ بذات خود دوسری حالت پر دلالت کرتی ہے۔" (تفسیر البحر المحیط ۴۵۹/۸) ؛نیز ملاحظہ ہو: تفسیر البغوی ۲۳۵/۷؛ وتفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان للنیسابوری ۷۶/۳؛ وتفسیر القرطبي ۲۰/۲۰؛ وتفسیر الخازن ۲۳۵/۷).

سے کہے۔ ''میں نے بات تیرے لیے واضح کردی ہے۔ اگر تو عقل رکھتا ہے۔'' ایسا کہنے سے اس کی مراد اسے حق قبول کرنے پر ابھارنا اور فائدہ اٹھانے کی رغبت دلانا ہوتا ہے۔ [1]

④: آیت کریمہ کو اس پیرائے میں بیان کرنے میں گویا نبی کریم ﷺ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ انہیں نصیحت فائدہ نہ دے گی، جیسا کہ کوئی شخص کہتا ہے: ''اسے بلاؤ، اگر وہ تمہارے بلانے پر آتا ہے۔'' یعنی وہ تمہارے کہنے پر نہیں آئے گا۔ [2]

⑤: نبی کریم ﷺ نے دعوت الی اللہ تعالیٰ کا کام بہت زیادہ کیا، مگر آپ کے زیادہ دعوت دینے سے کافروں کی طغیانی اور سرکشی میں اضافہ ہوتا گیا، اور اسی بنا پر آپ ﷺ شدتِ حسرت سے مبتلائے غم رہتے، حتیٰ کہ مولائے کریم نے فرمایا:

﴿ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ﴾ [3]

''اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں، پس آپ قرآن کے ساتھ اس کو سمجھاتے رہیں جو میری وعید سے ڈرتا ہے۔''

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ پہلی دفعہ وعظ و نصیحت کرنا واجب ہے، لیکن اس کو بار بار کرنا تب لازم ہوتا ہے، جب مقصد پورا ہونے کی امید ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ نے دعوت و تذکیر کو یہاں نفع مندی کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔ [4]

---

[1] یہ فائدہ امام نیسابوریؒ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان ۳۰/۷۷).

[2] حضرات مفسرین ابو حیان الأندلسي، الزمخشري، ابو القاسم الغرناطي، البیضاوي اور الألوسي رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی اس فائدہ کو بیان کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان ۳۰/۷۷؛ وتفسیر البحر المحیط ۸/۴۵۹؛ وتفسیر الکشاف ۴/۲۴۴؛ وکتاب التسهیل ۴/۳۷۵؛ وتفسیر البیضاوی ۲/۵۹۰؛ وروح المعانی ۳۰/۱۰۸).

[3] سورة ق / الآیة ۴۵.

[4] التفسیر الکبیر ۳۱/۱۴۴. امام رازیؒ کے علاوہ اس فائدہ کو جن مفسرین کرام نے بیان کیا ہے، ان میں النیسابوري، الزمخشري، البیضاوي، الشربیني، الألوسي، اور الشنقیطي رحمہم اللہ تعالیٰ کے أسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان ۳۰/۷۷؛ وتفسیر الکشاف ۴/۲۴۴؛ وتفسیر البیضاوي ۲/۵۹۰؛ والسراج المنیر ۴/۵۲۲؛ وروح المعانی ۳۰/۱۰۷-۱۰۸؛ وأضواء البیان ۱۰/۳۱۶-۳۱۷.

ب: آیت کریمہ ﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ سے مراد[1]

مفسرین کرام کے بیان کے مطابق اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ ڈرانے سے فائدہ اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جو بلا دیکھے رب سے ڈرتے ہیں، اور نمازوں کو قائم کرتے ہیں، لیکن اس سے مراد یہ نہیں کہ ان کے سوا کسی اور کو وعظ وتذکیر نہ کی جائے، اور نہ ہی انہیں ڈرایا جائے۔ امام ابوالقاسم الغرناطیؒ فرماتے ہیں: "اَلْمَعْنٰى أَنَّ الإِنْذَارَ لَا يَنْفَعُ إِلَّا الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ، وَلَيْسَ الْمَعْنَى اخْتِصَاصَهُمْ بِالْإِنْذَارِ." [2]

''اس کا معنی یہ ہے کہ ڈرانا صرف ان لوگوں کو نفع دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خشیت رکھتے ہیں، یہ معنی نہیں، کہ صرف ایسے ہی لوگوں کو ڈرایا جائے۔''

ج: آیت کریمہ ﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ﴾[3] سے مراد:

مفسرین کرام کی تفسیر کے مطابق اس آیت کریمہ کا مقصود بھی مذکورہ بالا آیت کریمہ کے مقصود کی مانند ہے۔ امام ابوالقاسم الغرناطیؒ فرماتے ہیں: "مَعْنَاهُ كَقَوْلِهِ: ﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِيْ فَاطِرٍ." [4]

''اس آیت کے معنی وہی ہیں جو ﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ﴾ کے ہیں، اور ان معانی کو ہم نے سورۃ فاطر میں بیان کر دیا ہے۔''

---

[1] سورة فاطر / الآية ۱۸ .

[2] كتاب التسهيل ۳/ ۱۴۲؛ (نيز ملاحظه هو: زادالمسير ۲/ ۳۸۳؛ وتفسير القرطبي ۱۴/ ۳۳۹؛ وتفسير ابو السعود ۷/ ۱۴۹؛ وأضواء البيان ۶/ ۶۴۲).

[3] سورة يس / الآية ۱۱. (اس آیت کریمہ کا ترجمہ گزر چکا ہے)

[4] كتاب التسهيل ۳/ ۳۵۲؛ نیز ملاحظہ ہو: زادالمسير ۷/ ۸؛ وتفسير القاسمي ۱۴/ ۶۲ .

د: آیت کریمہ ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾[1] سے مراد:

اس آیت کریمہ سے مراد۔ جیسا کہ امام ابو القاسم الغرناطیؒ نے فرمایا ہے۔ وہی ہے جو آیت کریمہ ﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ﴾ سے ہے، کیونکہ یاددہانی اور نصیحت صرف ڈرنے والے کو نفع دیتی ہے۔[2]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان آیات سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنا کہ جب لوگ بات نہ مانیں، تو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا چھوڑ دینا چاہیے، بالکل غلط اور نا قابلِ قبول ہے۔

---

[1] سورة ق / الآية ۴۵ . (اس آیت کا ترجمہ گزر چکا ہے)

[2] ملاحظہ ہو: کتاب التسهيل ۳/۱۱۹.

المصادر و المراجع

١- "الاحكام السلطانية" للإمام الماوردى ، ط: شركة و مطبعة مصطفى البابى الحلبى بمصر، الطبعة الثالثة ١٣٩٣هـ.

٢- "أحكام القرآن" للإمام أبي بكر الجصاص، ط: دار الفكر، بيروت، بدون سنة الطبع.

٣- "أحكام القرآن" للقاضي أبي بكر بن العربي، ط: دار المعرفة بيروت، بدون سنة الطبع، بتحقيق على محمد البجاوي.

٤- "أحكام القرآن" للإمام الكياهراس ، ط: دار الكتب الحديثة ، بدون سنة الطبع ، بتحقيق الأستاذ موسى محمد علي و د، عزت على عيد عطية.

٥- "إحياء علوم الدين" للعلامة أبي حامد الغزالى ، ط: دار المعرفة ، بيروت سنة الطبع ١٤٠٣هـ.

٦- "أضواء البيان فى إيضاح القرآن بالقرآن" للعلامة محمد الامين الشنقيطي، ط: على نفقة سمو الأمير أحمد بن عبد العزيز آل سعود، سنة الطبع ١٤٠٣هـ.

٧- "الإكليل فى استنباط التنزيل" للإمام جلال الدين السيوطي، ط: دار الكتب العملية، سنة الطبع ١٤١٠، بتحقيق الأستاذ سيف الدين عبد القادر الكاتب.

٨- "الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر" لشيخ الإسلام ابن تيمية، ط: دار الكتاب الجديد، بيروت، الطبعة الأولى ١٣٩٦هـ، بتحقيق د، صلاح الدين المنجد.

٩- "أيسر التفاسير" للشيخ أبي بكر الجزائرى، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ.

١٠- "البداية والنهاية" للحافظ ابن كثير ، ط: مكتبة المعارف بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٤هـ.

١١- "بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني" للشيخ أحمد عبد الرحمن البنا ، ط: دار الأنوار بمصر ، الطبعة الأولى ١٣٦٩هـ.

١٢- "تاريخ الأمم و الملوك" للإمام أبي جعفر الطبرى، ط: دار سويدان ، بيروت، بدون سنة الطبع، بتحقيق الأستاذ محمد أبى الفضل إبراهيم.

١٣- "تفسير أبى السعود" ــ المسمّى "إرشاد العقل السليم إلى مزايا القرآن الكريم" للقاضي أبي السعود، ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت، بدون سنة الطبع.

١٤- "تفسير البغوي - المعروف بمعالم التنزيل" للإمام أبي محمد البغوي ، ط: دار الفكر ' سنة الطبع ١٣٩٩هـ - (المطبوع على هامش تفسير الخازن).

١٥- "تفسير البيضاوي" للقاضي البيضاوي ، ط: دار الكتب العلمية ' بيروت' الطبعة الأولى ١٤٠٨.

١٦- "تفسير الجلالين" للإمامين الجلالين ، ط: دار إحياء علوم الدين دمشق بدون سنة الطبع ، بتحقيق الأستاذ أسامة عبد الكريم الرفاعي.

١٧- "تفسير الخازن" المسمى "لباب التأويل في معالم التنزيل" للعلامة علاء الدين علي بن محمد الشهير بالخازن ، ط: دار الفكر سنة الطبع ١٣٩٩هـ.

١٨- "تفسير السراج المنير" للإمام الخطيب الشربيني ، ط: دار المعرفة 'بيروت الطبعة الثانيه بدون سنة الطبع.

١٩- "تفسير الطبري 'جامع البيان من تأويل أبي القرآن" للإمام أبي جعفر الطبري ، ط: دار المعارف بمصر 'بدون سنة الطبع 'بتحقيق الشيخين محمود محمد شاكر وأحمد محمد شاكر.

٢٠- "تفسير غرائب القرآن ورغائب الفرقان" للإمام نظام الدين الحسن بن محمد النيسابوري ، ط: شركة ومطبعة مصطفى الباب الحلبي بمصر ' الطبعة الأولى - ١٣٩١هـ ' بتحقيق الشيخ إبراهيم علوي عوض.

٢١- "تفسير القاسمي المسمى ، "محاسن التأويل" للعلامة محمد جمال الدين القاسمي ، ط: دار الفكر بيروت ' الطبعة الثانيه ' ١٣٩٨هـ 'بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي.

٢٢- "تفسير القرآن بكلام الرحمن" للشيخ ثناء الله الأمرتسري ، ط: إدارة إحياء السنة جحرانواله ' باكستان.

٢٣- "تفسير القرطبي - الجامع لأحكام القرآن" للإمام أبي عبد الله القرطبي ، ط: دار إحياء التراث العربي ، بدون سنة الطبع.

٢٤- "التفسير الكبير" المسمى" بالبحر المحيط" لأبي حيان الأندلسي ' الناشر مكتبة و مطابع النصر الحديثة ' الرياض ' بدون سنة الطبع.

٢٥- "التفسير الكبير" المسمى "مفاتيح الغيب" للإمام فخر الدين الرازي ، ط: دار الكتب العلمية ' طهران ' الطبعة الثانية ' بدون سنة الطبع.

٢٦- "تفسير المنار" للسيد محمد رشيد رضا ، ط: دار المعرفة ، بيروت ، الطبعة الثانية ، بدون سنة الطبع.

٢٧- "التلخيص" للحافظ الذهبي ، ط: دار الكتاب العربي ، بيروت ، بدون الطبع (المطبوع بذيل المستدرك).

٢٨- "روح المعاني" للعلامة محمود الآلوسي ، ط: دار إحياء التراث العربي ، بيروت ، الطبعة الرابعة ١٤٠٥هـ.

٢٩- "زاد المسير في علم التفسير" للإمام ابن الجوزي ، ط: المكتب الإسلامي ، الطبعة الأولى ، ١٣٩٩هـ.

٣٠- "سلسلة الأحاديث الصحيحة" للشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، ط: المكتب الإسلامي ، الطبعة الثانية ، ١٣٩٩هـ.

٣١- "سنن أبي داؤد" للإمام سليمان بن الأشعث السجستاني ، ط: دار الفكر العلمية بيروت ، بدون سنة الطبع (المطبوع مع بذل المجهود).

٣٢- "سنن ابن ماجه" للإمام أبي عبد الله محمد بن يزيد القزويني ، ط: شركة الطباعة العربية السعودية ، الرياض ، الطبعة الثانية ١٤٠٤هـ ، بتحقيق د. محمد مصطفى الأعظمي.

٣٣- "شرح النووي على صحيح مسلم" للإمام النووي ، ط: دار الفكر بيروت ، سنة الطبع ١٤٠١هـ.

٣٤- "صحيح البخاري" للإمام محمد بن إسماعيل البخاري ، نشر و توزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية و الإفتاء و الدعوة و الإرشاد ، الرياض ، بدون سنة الطبع ، (المطبوع مع فتح الباري).

٣٥- "صحيح الجامع الصغير و زيادته" اختيار للشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، ط: المكتب الإسلامي ، الطبعة الثالثة ١٤٠٢هـ.

٣٦- "صحيح سنن الترمذي" اختيار للشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج بالرياض - الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.

٣٧- "صحيح سنن ابن ماجة" اختيار للشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض - الطبعة الثالثة ١٤٠٨هـ.

٣٨- "صحيح مسلم" للإمام مسلم بن الحجاج القشيري ، نشر و توزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية و الإفتاء و الدعوة و الإرشاد ' الرياض ' سنة الطبع ١٤٠٠هـ ' بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي.

٣٩- "ضعيف سنن ابن ماجة" اختيار للشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، ط: المكتب الإسلامي ' الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.

٤٠- "فتح الباري شرح صحيح البخاري" للحافظ ابن حجر ، نشر و توزيع: إدارات البحوث العلمية و الإفتاء و الدعوة و الإرشاد الرياض ' بدون سنة الطبع.

٤١- "الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد" للشيخ أحمد عبد الرحمن البنا ، ط: دار الشباب بالقاهرة ' الطبعة الأولى ١٣٦٩هـ.

٤٢- "الفصل في الملل و النحل" للإمام ابن حزم ، ط: دار الفكر سنة الطبع ١٤٠٠هـ.

٤٣- "فيض القدير شرح الجامع الصغير" للعلامة عبد الرؤف المناوي ، ط: دار المعرفة ' الطبعة الثانية ١٤٩١هـ.

٤٤- "كتاب التسهيل لعلوم التنزيل" للحافظ أبي القاسم محمد بن أحمد الغرناطي ، ط: دار الكتب الحديثة ' القاهرة ' بدون سنة الطبع ' بتحقيق الأستاذ محمد عبد المنعم اليونسي و الشيخ إبراهيم عطوة عوض.

٤٥- "الكشاف عن حقائق التنزيل و عيون الأقاويل" للعلامة أبي القاسم جار الله الزمخشري ، ط: دار المعرفة ' بيروت ' بدون سنة الطبع.

٤٦- "مجمع الزوائد و منبع الفوائد" للحافظ نور الدين الهيثمي ، ط: دار الكتاب العربي بيروت ' الطبعة الثالثة ١٤٠٢هـ.

٤٧- "مختصر تفسير ابن كثير" تحقيق الشيخ محمد علي الصابوني ، ط: دار القرآن الكريم بيروت ' الطبعة السابعة ١٤٠٢هـ.

٤٨- "مختصر سنن أبي داود" للحافظ المنذري ، ط: مكتبة السنة المحمدية القاهرة ' بدون سنة الطبع ' بتحقيق الشيخ محمد حامد الفقي.

٤٩- "المستدرك على الصحيحين" للإمام أبي عبد الله الحاكم ، ط: دار الكتاب العربي بيروت ' بدون سنة الطبع.

٥٠- "المسند" للإمام أحمد بن حنبل ، ط: دار المعارف للطباعة و النشر بمصر ' الطبعة الثالثة ' بتحقيق الشيخ أحمد محمد شاكر.

٥١- "مشكاة المصابيح" للحافظ ولي الدين التبريزي، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة الثانية ١٣٩٩ه، بتحقيق الشيخ محمد ناصر الدين الألباني.

٥٢- "موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان" للحافظ نور الدين الهيثمي، ط: دار ومكتبة الهلال، بدون سنة الطبع، بتحقيق الشيخ محمد عبد الرزاق حمزة.

۞ ۞ ۞ ۞

مؤلف کی عربی مؤلفات

١. فضل آية الكرسي وتفسيرها
٢. إبراهيم عليه الصلاة والسلام أباً
٣. حب النبى ﷺ وعلاماته
٤. وسائل حب النبى ﷺ
٥. مختصر حب النبى ﷺ وعلاماته
٦. النبي الكريم ﷺ معلماً
٧. التقوىٰ: أهميتها وثمراتها وأسبابها
٨. أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
٩. الأذكار النافعة
١٠. من تصلي عليهم الملائكة ومن تلعنهم
١١. فضل الدعوة الى الله تعالىٰ ١٢. ركائز الدعوة إلى الله تعالىٰ
١٣. الحرص على هداية الناس (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
١٤. السلوك و أثره في الدعوة إلى اللّٰه تعالىٰ
١٥. من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين (في ضوء الكتاب والسنة)
١٦. من صفات الداعية: اللين والرفق
١٧. الحسبة: تعريفها و مشروعيتها و وجوبها
١٨. الحسبة في العصر النبوي و عصر الخلفاء الراشدين رضى الله عنهم
١٩. شبهات حول الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر
٢٠. مسؤولية النساء فى الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر (فى ضوء النصوص وسير الصالحين)
٢١. حكم الإنكار فى مسائل الخلاف
٢٢. الاحتساب على الوالدين: مشروعيته، ودرجاته، وآدابه
٢٣. الاحتساب على الأطفال
٢٤. قصة بعث أبي بكر جيش أسامة رضى الله عنهما (دراسة دعوية)
٢٥. مفاتيح الرزق (في ضوء الكتاب والسنة)
٢٦. التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي
٢٧. التدابير الواقية من الربا في الإسلام
٢٨. شناعة الكذب وأنواعه
٢٩. لا تيئسوا من روح اللّٰه
٣٠. منزلة البنتِ و مكانتها (تحت الطبع)

مصنف کی اُردو تالیفات

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا قصہ

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اسباب

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم

۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس کی علامتیں

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد

۸۔ فرشتوں کا دُرود پانے والے اور لعنت پانے والے

۹۔ تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب

۱۰۔ دعوتِ دین کس چیز کی طرف دی جائے؟

۱۱۔ فضائل دعوت

۱۲۔ دعوت دین کیسے دیں؟

۱۳۔ دعوتِ دین کون دے؟

۱۴۔ دعوت دین کہاں دیں؟

۱۵۔ بیٹی کی شان وعظمت

۱۶۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری

۱۷۔ والدین کا احتساب

۱۸۔ بچوں کا احتساب

۱۹۔ مسائل قربانی

۲۰۔ مسائل عیدین

۲۰۔ لشکرِ اُسامہ کی روانگی

۲۱۔اذکارِ نافعہ

۲۲۔ رزق کی کنجیاں

۲۳۔جھوٹ کی سنگینی اور اقسام

۲۴۔ قرض کے فضائل و مسائل

۲۵۔ مختصر حج و عمرہ کی آسانیاں

۲۶۔ حج و عمرہ کی آسانیاں

۲۷۔زنا سے بچاؤ کی تدبیریں (زیرِ طبع)

مصنف کے تیار کردہ پوسٹرز

۱۔ دعا کی شان و عظمت

۲۔ قبولیتِ دعا کے اسباب

۳۔ مرادیں پورا کروانے والی دعا

۴۔ پریشانی کو راحت سے بدلنے والی دُعا

۵۔ اولاد کے لیے چودہ دُعائیں

۶۔ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے فوائد اور نافرمانی کے نقصانات

۷۔ نبی کریم ﷺ کا قرب دلوانے والے اعمال

۸۔ رزق کی کنجیاں

۹۔ چار مفید اور تین نقصان والے کام

اس کتاب میں موضوع بالا کے متعلق چھیالیس باتیں بیان کی گئی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

- ہر مناسب وقت اور جگہ میں تعلیم
- تعلیم میں اشاروں، شکلوں اور لکیروں کا استعمال
- تعلیم بالعمل
- پہلے اجمال پھر تفصیل
- فقیر طلبہ کے لیے ایثار
- طلبہ کے احوال کو پیش نظر رکھنا
- لائق طلبہ کی حوصلہ افزائی
- تعلیم میں آسانی

قرض کے [illegible] اور مسائل

اس کتاب کے موضوعات:

- قرض اور اس کی شرعی حیثیت
- قرض دینے اور مقروض کے ساتھ حسنِ معاملہ کی تلقین
- ادائیگی قرض کی تلقین
- قرض کی واپسی کے لیے قانونی اقدامات
- نادار مقروض کی اعانت
- ادائیگی قرض کو یقینی بنانے کے لیے بعض تدبیریں
- ادائیگی قرض میں تاخیر پر تجویز کردہ دو سزاؤں کی شرعی حیثیت
- قرض کیساتھ کوئی اور شرط لگانا
- قرض کی زکوٰۃ
- بنک کارڈز اور ان کی شرعی حیثیت

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
کے متعلق
شبہات کی حقیقت
پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی